حضرت سراج الملّت رح اور اُن کے خُلفاء

محمّد صادق قصوری

مرکزی مجلس امیرِ ملّت، بُرج کلاں ضلع قصور (پاکستان)

زیرِ سرپرستی

حضورِ فخرِ ملت حضرت پیر سید حافظ محمد افضل حسین شاہ صاحب مدظلہ
سجادہ نشین آستانہ عالیہ نقشبندیہ جماعتیہ علی پور سیداں ضلع نارووال (پنجاب)

سلسلۂ اشاعت ۹

نام کتاب................ "حضرت سراج الملت اور ان کے خلفاء"
مؤلف.................. محمد صادق قصوری
صفحات................. ۷۲
طبع اول................. ۱۹۹۴ء
تعداد................... ایکہزار
ہدیہ.................... دعائے خیر بحق معاونین مجلس

نوٹ : بیرونی حضرات پانچ روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیجکر طلب کریں!

مرکزی مجلس امیرِ ملت، برج کلاں ضلع قصور (پاکستان)
پوسٹ کوڈ : ۵۵۰۵۱

کاتب: سید قمر الحسن ضیغم قادری لاہور

فہرست

انتساب

اپنے اکلوتے بیٹے محمد خالد فاروق قصوری نقشبندی جماعتی
کے نام
جو مرکزی مجلسِ امیر ملت کے امور میں ہر وقت میرا معاون اور ساتھی ہے۔

محمد صادق قصوری

نگاہِ اوّلیں

سنوسیٔ ہند امیرِ ملّت حضرت پیر سیّد حافظ محمد جماعت علی شاہ محدّث علی پوری رح (۱۸۴۱ء — ۱۹۵۱ء) قدس سرہٗ کی ذاتِ گرامی محتاجِ تعارف نہیں ہے۔ موصوف نے شریعت و طریقت، مذہب و سیاست، علم و ادب اور نظامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفاذ کے لیے جو خدمات انجام دی ہیں وہ تاریخ کا ایک زرّیں باب ہے۔

حضرت اقدس نے تحریک خلافت، شدھی تحریک، تحریک مسجد کانپور، تحریک مسجد شہید گنج، تحریک علی گڑھ، تحریکِ ختمِ نبوت اور تحریکِ پاکستان میں جو لازوال خدمات انجام دی ہیں زمانہ ان کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔ آپ نے نہ صرف برِّ صغیر بلکہ تمام عالمِ اسلام کی ہر مسلم مفاد تحریک میں دامے درمے قلمے سخنے اور قدمے حصہ لے کر ایک بین الاقوامی رہنما کا کردار ادا کر کے یہ ثابت کر دیا کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ گدڑی پوش غلام ہر میدان میں اور ہر کہیں " دہر میں اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اُجالا کرنے " کا فریضہ ادا کر سکتے ہیں۔ بقول اکبر الہ آبادی رح ؎

مدینے کے گدا دیکھے ہیں دنیا کے امام اکثر
پلٹتے دیکھے ہیں تقدیریں محمدؐ کے غلام اکثر

تاریخ گواہ ہے کہ اگر تحریکِ پاکستان میں حضرت امیرِ ملّت قدس سرہٗ، قائدِ اعظم رح اور مسلم لیگ کی سرپرستی نہ فرماتے تو پاکستان شاید ابھی تک دنیا کے نقشے پر نہ اُبھرتا۔ حضرت اقدس نے قائدِ اعظم رح کے سر پر اُس وقت دستِ شفقت رکھا جبکہ ہر طرف سے

اُنہیں مخالفت کا سامنا تھا۔ کئی مذہبی جماعتوں نے اُنہیں "کافر" بلکہ "کافرِ اعظم" قرار دیا تھا اور مسلم لیگ کو کافروں کی جماعت۔ حضرت نے بانگِ دُہل اعلان فرمایا تھا کہ:

"اے ظاہر بین لوگو! تم قائدِ اعظم کو کافر کہو، میں ولی اللہ کہتا ہوں۔
اور جو مسلمان مسلم لیگ کو ووٹ نہ دے اُس کا جنازہ نہ پڑھا جائے۔"

حضرت کے اس اعلانِ حق نے جو اثر دکھایا وہ تاریخ کے سینے میں محفوظ ہے۔

۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو ہمیں جو سورج سے بھی روشن منزل پاکستان کی صورت میں ملی وہ حضرت امیرِ ملت رح کا فیضان ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

امیرِ ملت کا ہے فیضان
پاکستان ، پاکستان

حضرت امیرِ ملت قدس سرہٗ، کی اقتداء میں آپ کے صاحبزادگان نے بھی بھرپور خدمات سرانجام دیں خصوصاً خلفِ اکبر سراج الملت پیر سید محمد حسین رحمۃ اللہ علیہ (۱۸۷۸ء — ۱۹۶۱ء) تو ہر لحاظ سے آپ کے مظہرِ اتم تھے۔ اُنہوں نے آپ کی حیاتِ طیبہ میں اور وصال کے بعد مذہب و ملت کی خدمت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا اور والدِ گرامی کے مشن کی تکمیل کے لیے تمام عمر، تمام کر دی۔

پیشِ خدمت کتاب میں حضرت سراج الملت رحمۃ اللہ علیہ کی حیاتِ مقدسہ کا حسین تذکرہ ہے۔ اور اُن کے بارہ ۱۲ خلفاءِ کرام کی خدماتِ جلیلہ کا مختصر سا تعارف بھی، تاکہ نئی نسل ان کے کارناموں کو مشعلِ راہ بنا کر جادۂ مستقیم پر گامزن ہو کر منزلِ مراد پا سکے۔ امید ہے کہ قارئین کرام میری اس کاوش کو نہ صرف بنظرِ استحسان دیکھیں گے بلکہ دعائے خیر سے بھی نوازیں گے۔

مجھے افسوس ہے کہ باوجود سعیٔ بسیار کے مندرجہ ذیل خلفائے کرام کے حالات دستیاب نہ ہو سکے۔ ——— پیر حسام الدین حیدر آباد سندھ، شیخ خورشید احمد آف وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ اور مولوی ضیاء الدین نعمانی گجرات وغیرہم۔ ممکن ہے کہ مزید

خلفاء بھی ہوں جن کا مجھے علم نہیں ہو سکا۔ لہٰذا قارئین کرام سے تعاون کی درخواست ہے۔

میں حضور فخرِ ملت ولی ابنِ ولی ابنِ ولی پیر سید محمد افضل حسین شاہ صاحب مدظلہ سجادہ نشین آستانہ عالیہ علی پور سیداں شریف کا کس زبان اور کن الفاظ سے شکریہ ادا کروں کہ جن کی زیرِ سرپرستی مرکزی مجلسِ امیر ملت نامساعد حالات میں اور مخالفت کے طوفانوں سے نبرد آزما ہو کر کام کر رہی ہے۔ یہ صرف اُن کی نظرِ کرم کا صدقہ ہے ورنہ ؎

میں کچھ بھی نہیں میری ہستی کچھ بھی نہیں

حضرت مہر الملت صاحبزادہ پیر سید محمد منور حسین شاہ صاحب مدظلہ کی نوازشات بھی قابلِ قدر ہیں۔ اُن کی علم دوستی اور صادق نوازی عدیم النظیر ہے۔ دیگر صاحبزادگانِ والا تبار کی عنایات بھی شاملِ حال رہتی ہیں۔

اُستاذی حکیم ملت حکیم محمد موسیٰ امرتسری ثم لاہوری مدظلہ کی بے پایاں شفقت کے باعث ہی علم و ادب کے میدان میں خدمات سرانجام دے رہا ہوں، ورنہ من آنم کہ من دانم۔

بزرگِ محترم نابغۂ عصر حضرت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب قبلہ کراچی میرے شکریہ کے خصوصی مستحق ہیں کہ اُن کی ظاہری و باطنی سرپرستی مجھے اس میدان میں قائم و دائم رکھے ہوئے ہے۔

جناب محمد صدیق نقشبندی خلف الرشید حضرت ڈاکٹر محمد ظریف شیخوپوری رح کا شکریہ ادا کرنا بھی واجب ہے کہ اُن کے مالی تعاون سے یہ کتاب منصۂ شہود پر جلوہ گر ہو رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ میرے ان تمام بزرگوں، محسنوں اور کرم فرماؤں کو زندہ و تابندہ رکھے اور اُن کا سایہ ہما پایہ تادیر مجھ عاصی پہ قائم رکھے۔ آمین ثم آمین بجاہِ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

سگِ دربار علی پور سیداں شریف

محمد صادق قصوری

(ناظم اعلیٰ مرکزی مجلسِ امیرِ ملت، بُرج کلاں ضلع قصور (پنجاب) پاکستان)

پوسٹ کوڈ: ۵۵۰۵۱

حیاتِ سراج الملّت قدس سرہ

سراج الملّت حضرت پیر سیّد محمد حسین علی پوری قدس سرہٗ

مرشدی و مولائی، سیّدی و سندی سراج الملّت حضرت پیر سیّد محمد حسین شاہ صاحب کی ولادت باسعادت ۷، شوال ۱۲۹۵ھ مطابق ۴، اکتوبر ۱۸۷۸ء کو سنوسیٔ ہند حضرت امیرِ ملّت حافظ پیر سیّد جماعت علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں عالمِ اسلام کے مشہور و معروف روحانی مرکز علی پور سیّداں ضلع نارووال میں صبح صادق کی ساعتِ سعید میں ہوئی۔ آپ کی پیدائش پر بڑی خوشیاں منائی گئیں۔ حضرت امیرِ ملّت قدس سرہٗ نے آپ کے چاند سے بڑھ کر حسین چہرے کو دیکھا تو جامے میں پھولے نہ سمائے اور بے اختیار ہو کر گود میں اٹھا لیا اور دائیں کان میں اذان اور بائیں میں اقامت کہی۔ اور پھر دعائے خیر کی۔ (اللہ اکبر! وہ ساعت کتنی سعید ہو گی۔ قصوری)

ساتویں روز آپ کے بال منڈوائے گئے اور صدقہ و خیرات کیا۔ آپ کا اسمِ گرامی محمد حسین رکھا اور دو بکرے ذبح کر کے عقیقہ کیا۔ آپ دو تین مہینے کے تھے کہ حضرت باباجی فقیر محمد چوراہی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ (ف ۱۳۱۵ھ) تشریف لائے تو آپ کے چچا حضرت سیّد صادق علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ (ف ۱۹۲۴ء) آپ کو اپنی گود میں لے کر حضرت باباصاحبؒ کی خدمت میں لائے اور عرض کیا کہ "اِس پر دَم کر دیجئے۔ یہ اکثر روتا رہتا ہے"۔ حضرت باباجیؒ نے دَم فرما کر ارشاد کیا کہ:

"یہ رونے والا بچہ نہیں ہے۔ یہ بڑا مرد ہو گا اور ہمیشہ خوش و خرّم رہے گا۔"

آپ کا بچپن نہایت پاکیزہ اور شگفتہ تھا۔ اونچی آواز سے نہیں بولتے تھے۔ بڑوں کا ادب کرتے تھے۔ کپڑے صاف ستھرے رکھتے۔ جب آپ کی عمر مبارک سوا چار سال کو پہنچی تو آپ کو حضرت قاری حافظ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں کلام مجید کی تعلیم اور حفظ کے لیے بٹھایا گیا۔ اور آپ نے پانچ سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کر لیا۔ اس کے بعد علی پور سیداں کے پرائمری سکول سے پرائمری کا امتحان امتیازی حیثیت سے پاس کر کے قلعہ سوبھا سنگھ سے مڈل پاس کیا۔ اور دینیات کی تعلیم کے لیے حضرت مولانا عبدالرشید صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے حضور زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ ابتدائی کتب پڑھنے کے بعد استاذ العلماء حضرت مولانا نور احمد نقشبندی امرتسری (ف ۱۹۳۰ء) کے پاس امرتسر جا کر اکتساب علم کرتے رہے۔ امرتسر میں تحصیل علم کے بعد آپ نے دارالعلوم انجمن نعمانیہ لاہور اور پھر مدرسہ امینیہ دہلی میں داخلہ لیا۔ درس نظامی کی تمام اعلیٰ کتابیں تفسیر، حدیث، فقہ، ادب، فلسفہ وغیرہ کی تکمیل وہیں سے کی۔ قیامِ دہلی کے دوران ہی مسیح الملک حکیم محمد اجمل خاںؒ (ف ۱۹۲۷ء) کے طبیہ کالج میں داخلہ لے کر طب کی باقاعدہ تعلیم حاصل کی۔ آپ حکیم صاحب موصوف کے لائق ترین شاگردوں میں شمار ہوتے تھے۔

حصولِ تعلیم کے بعد آپ علی پور سیداں شریف واپس تشریف لے آئے تو بیس برس کی عمر مبارک میں آپ کی شادی آپ کے تایا حضرت پیر سیّد نجابت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ (ف ۱۳۳۶ھ) کی دختر نیک اختر سے انجام پائی۔ انہیں ایام میں حضرت امیر ملت قدس سرہ نے علی پور شریف میں مدرسہ نقشبندیہ کا اجرا فرمایا تو آپ کو مہتمم مقرر کیا گیا۔ آپ مدرسہ کے انتظام و انصرام کے علاوہ طلباء کو علوم و فنون کی کتابیں بھی پڑھاتے تھے۔ عربی و فارسی پر آپ کو مہارتِ تامہ اور شہرتِ عامہ حاصل تھی۔ تحریر و تقریر میں اہلِ زبان کی طرح یدِ طولیٰ حاصل تھا۔ تمام عمر کبھی بول چال میں رکاوٹ نہ آئی۔ آپ کی فصاحت و بلاغت پر بڑے بڑے علماء و فضلاء کو حیرانی ہوتی تھی اور وہ بے ساختہ داد دینے پر مجبور ہوتے تھے۔

آپ کے پڑھانے کا انداز نہایت شائستہ اور نرالا تھا۔ طلباء کے ساتھ نہایت شفقت فرماتے تھے۔ جمعۃ المبارک کی رات طالب علموں کو لے کر مغرب کی نماز کے بعد "مسجد نور" کے صحن میں بیٹھ جاتے اور نمازِ عشاء تک سوال و جواب اور مناظرہ آرائی ہوتی رہتی۔

شروع میں آپ نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے مشہور بزرگ حضرت بابا فقیر محمد چوراہی رح (ف ۱۳۱۵ھ) کے دستِ اقدس پر بیعت کی سعادت حاصل کی تھی اور اجازت و خلافت سے بھی سرفراز کئے گئے تھے۔ اُن کی رحلت کے بعد والدِ گرامی قدر یعنی حضرت امیرِ ملت قدس سرہ سے بیعت ہو کر ۱۱ مئی ۱۹۱۴ء کو بر موقعہ سالانہ جلسہ علی پور شریف، خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ حضرت امیرِ ملت قدس سرہ کی حیاتِ ظاہری ہی میں آپ کے علم و عرفان کی دھوم مچ گئی تھی۔ ہزاروں لوگ آپ سے بیعت کر کے گمراہی و گمگشتگی سے نجات حاصل کر کے صراطِ مستقیم پر گامزن ہو گئے۔ راقم الحروف نے بھی ۱۹۵۶ء (اپریل میں اپنے گاؤں ڈبرج کلاں تحصیل و ضلع قصور) کی "جامع مسجد امیرِ ملت" میں بعد نماز ظہر آپ کے دستِ اقدس پر بیعت کر کے شرفِ غلامی حاصل کیا تھا۔

حضرت امیرِ ملت قدس سرہ کو جب فرصت نہ ہوتی تو لوگوں کو بیعت کے لیے آپ کی خدمت میں بھیج دیتے۔ یہ شرف حضرت امیرِ ملت قدس سرہ کی حیاتِ طیبہ میں خاندان کے کسی اور فرد کو حاصل نہیں ہوا۔ ع یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا۔

آپ عالم، فاضل، پیر، ادیب، حکیم ہونے کے علاوہ ایک بہت بڑے مناظر بھی تھے۔ آپ کو اکثر تحریری مناظروں کے مواقع ملے۔ آپ نے مخالفین کی تحریروں میں ہمیشہ غلطیاں نکالیں، جس کی وہ کبھی توجیہ و تاویل نہ کر سکے مگر آپ کی تحریریں اُن کو نکتہ چینی اور خوردہ گیری کی جرأت نہ ہوئی۔ آپ نے بارہا چیلنج بھی کیا مگر معاندین کو چپ سادھ لینے ہی میں عافیت نظر آئی۔ آپ کے بیسیوں مناظروں میں سے ایک

مناظرہ کی مختصر جھلک پیشِ خدمت ہے۔

ایک بار جامعہ الازھر مصر کے ایک استاد، علی پور سیداں آئے۔ بعض مسائل پر اُن سے اختلاف ہوا تو مستقل بحث و مناظرہ ہونے لگا۔ تین دن تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ حضرت اس دوران برابر عربی میں گفتگو فرماتے رہے۔ مدرسہ کے اساتذہ و طلباء محفل میں موجود ہوتے اور اُن کی علمی بحث سے استفادہ کرتے۔ آپ نے دلائل و براہین سے حنفی مسلک کی صحت و افادیت ثابت کی اور اُس مصری عالم کو قائل کر لیا۔ اُسے آپ کی فصیح اور شُستہ عربی گفتگو پہ سخت حیرت تھی۔ آخر اُس نے دریافت کیا کہ آپ نے ملکِ عرب میں کتنی مدت گزاری ہے؟ آپ نے ارشاد کیا کہ "حج کے زمانے کے علاوہ مجھے کبھی وہاں رہنے کا شرف حاصل نہیں ہوا۔" یہ سن کر وہ حیرانی سے کہنے لگا کہ ہندوستان میں رہتے ہوئے آپ کو پھر کس طرح لسانی مہارت حاصل ہو گئی۔

آپ کو کتابوں کی خریداری کا بہت شوق تھا۔ جب حج بیت اللّٰہ کا فریضہ ادا کرنے کے لیے جاتے تو نایاب کتب خرید کر لاتے۔ آپ ہزاروں روپے صرف کر کے عربی کتب خرید کر لائے۔ اور انہیں علی پور سیداں کے کتب خانے کی زینت بنایا۔ آپ کے اس ذوق و شوق کی حضرت امیرِ ملّت قدس سرہ بڑی قدر فرمایا کرتے تھے۔ کئی بار تحسین و آفرین کے کلمات ارشاد فرمائے۔ ایک بار فرمایا کہ:

"لوگ ایسے تبرکات خریدتے ہیں جو فنا ہو جاتے ہیں۔ صاحبزادہ نے ایسی چیزیں خریدی ہیں جن کو بقا ہے۔"

حضرت امیرِ ملّت قدس سرہ نے کتابوں کی کثرت دیکھ کر یہ بھی ارشاد فرمایا کہ:

"صاحبزادہ نے مکّہ شریف کے تمام کتب خانے خرید لیے ہیں۔"

آپ کو فتویٰ نویسی میں خاص مہارت حاصل تھی۔ آپ کے صاحبزادے جوہرِ ملّت حضرت پیر سیّد اختر حسین شاہ صاحبؒ (ف ۱۹۸۰ء) اپنی معرکۃ الآرا تصنیف

"سیرت امیر ملت" میں رقم طراز ہیں کہ

"آپ مشکل سے مشکل مسائل پر قلم برداشتہ فتویٰ لکھ دیتے تھے۔ حدیث وفقہ کی کتابوں پر ایسا عبور حاصل تھا کہ آپ کے فتوے قوی اور مضبوط دلائل اور حوالہ جات سے مزین ہوتے تھے؛ "علم الفرائض" بہت مشکل چیز ہے مگر آپ کو اس میں بھی کامل مہارت حاصل تھی۔ "میراث" کے مسائل کا جواب برجستہ دیتے اور "ترکہ" کی تقسیم کے معاملات مدلل طور پر قرآن وحدیث کی روشنی میں فوراً حل فرما دیتے تھے۔"

ایک بار آپ کلکتہ تشریف لے گئے۔ وہاں اس وقت طلاق کے ایک مسئلہ نے سب کو پریشان کر رکھا تھا۔ ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ "اگر تو نے ہنڈیا چاٹی تو تجھ پر طلاق۔" مفتیوں سے رجوع کیا گیا تو سب نے کہا کہ اُس کی بیوی کو طلاق ہو گئی۔ اُس شخص نے آپ سے رُجوع کیا۔ آپ نے اُس کی بیوی سے دریافت فرمایا کہ "تم نے ہنڈیا کس طرح چاٹی ہے"؟ اس نے جواب دیا، "یوں انگلیوں سے پُونچھ پونچھ کر"۔ آپ نے ارشاد کیا، جا! تجھ کو طلاق نہیں ہوئی تو نے اپنی اُنگلی چاٹی ہے، ہنڈیا نہیں چاٹی"۔ کلکتہ کے تمام علماء آپ کی فراست و ذہانت پر انگشت بدنداں رہ گئے۔

آپ جتنے جلیل القدر عالم تھے، اُتنے ہی پابندیٔ شریعت اور اتباعِ سنّت کے عامل تھے۔ شب بیداری، تہجد گزاری، اور آہ و زاری تو ان کا معمول تھا۔ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تو رگ رگ میں سمایا ہوا تھا۔ راقم الحروف نے بچشم خود بارہا نامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور نعتیں سنتے ہوئے انہیں جھومتے ہوئے دیکھا ہے۔ ہمارے غریب خانہ پر آپ نے کئی دفعہ قدومِ میمنت لزوم فرمایا۔ میرے جدِ امجد مہر جیون بخش نقشبندی مجددی جماعتی؎ (ف ۲۰، اپریل ۱۹۶۶ء) جن کو حضرت امیرِ ملت قدس سرہ کی غلامی

کا شرف حاصل تھا۔ آپ کے عاشقِ زار تھے اور آپ کی خاطر و مدارات میں کوئی کمی نہیں آنے دیتے تھے۔ ہمارے غریب خانے پر میلاد کی محفلیں، مجالسِ نعت خوانی اور حضرت امیرِ ملت قدس سرہٗ کے عرس کی تقریبات منعقد ہوتیں تو آپ کا صوفیانہ وعظ حاضرین کو بے حد متاثر کرتا تھا۔ تحمل و بردباری اور شفقت تو آپ میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ طبیعت میں بڑی سادگی تھی جس کا اظہار لباس اور غذا وغیرہ سے ہوتا تھا۔ آپ صحیح معنوں میں درویشِ خدا مست تھے۔

آپ نے حضرت امیرِ ملت قدس سرہٗ کی زیرِ قیادت تمام دینی، ملی، مذہبی اور سیاسی تحریکوں میں بھی حصہ لیا۔ انجمن خدام الصوفیہ، فتنۂ ارتداد، تحریک خلافت، ساردا ایکٹ، تحریک کشمیر، تحریک شہید گنج، تحریک پاکستان اور دیگر تحریکوں میں بھرپور کردار ادا کیا۔ فتنۂ ارتداد کے زمانہ میں عرصہ تک آگرہ میں رونق افروز رہے اور اردگرد کے علاقوں میں تبلیغ کر کے ہندوؤں کے ناپاک منصوبوں کو خاک میں ملایا۔ تحریک شہید گنج میں بڑی جانفشانی سے کام کیا اور اُس تاریخی جلوس میں نمایاں طور پر حصہ لیا جو حضرتِ امیرِ ملت قدس سرہٗ کی زیرِ قیادت ۸ نومبر ۱۹۳۵ء کو بادشاہی مسجد لاہور سے ننگی تلواروں کے ساتھ نکلا تھا اور جس سے انگریز حکومت کے اوسان خطا ہو گئے تھے۔

تحریکِ پاکستان کا دَور آیا تو حضرت امیرِ ملت قدس سرہٗ اپنے صاحبزادوں اور عقیدت مندوں کے ساتھ میدان میں نکل آئے۔ حضرت سراج الملت رحمۃ اللہ علیہ نے رات دن ایک کر کے مسلم لیگ کی تائید و حمایت میں یارانِ طریقت اور عامۃ المسلمین کو میدانِ عمل میں لا کھڑا کیا۔ ۱۹۴۶ء کے تاریخی الیکشن میں ضلع رہتک (حال مشرقی پنجاب، انڈیا) میں مسلم لیگی امیدواروں کی حمایت میں دل کھول کر کام کیا۔ پھر فیروز پور میں نواب افتخار حسین ممدوٹ (ف ۱۹۶۹ء) کے حلقہ میں اس خوبی سے کام کیا کہ مخالفین بھی عش عش کرا ٹھے۔ بعد ازاں قصور میں میاں افتخار الدین (ف ۱۹۶۲ء) کے حلقہ میں بھرپور کام

کیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم تھا کہ آپ کے تمام امیدوار غالب اکثریت سے کامیاب و کامران ہوئے۔

اس سے قبل جب ۲۴ نومبر ۱۹۴۵ء کو حضرت پیر امین الحسنات المعروف پیر صاحب مانکی شریف رح (ف ۱۹۶۰ء) نے مانکی شریف (تحصیل نوشہرہ ضلع پشاور صوبہ سرحد) میں حضرت قائد اعظم رح کی ایک شاندار دعوت کی تو ایک عدیم المثال جلسۂ عام کا انعقاد بھی کیا۔ حضرت امیرِ ملّت کی خدمت میں جلسہ کی صدارت کے لیے درخواست کی گئی مگر حضرت ناسازیٔ طبع کے باعث تشریف نہ لیجا سکے۔ اور اپنی جگہ حضرت سراج الملّت رح کو قائد اعظم کے لیے سونے کا ایک تمغہ، تین سو روپے کی ایک تھیلی، اور کئی دوسرے تحائف دیکر بھیجا۔

پیر صاحب مانکی شریف رح نے حضرت سراج الملّت رح کی بڑی عزّت افزائی کی اور جلسہ کی صدارت آپ کے سپرد کی۔ جب قائد اعظم رح جلسہ گاہ میں آئے تو حضرت سراج الملّت نے آگے بڑھ کر، سونے کا تمغہ (جس پر کلمہ طیّبہ کندہ تھا) قائد اعظم کو پیش کیا اور کہا:

"میرے والد ماجد (حضرت امیرِ ملّت رح) نے یہ تمغہ آپ کی خدمت میں بھیجا ہے۔"

یہ سُن کر قائد اعظم رح بہت خوش ہوئے، کرسی سے اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور سینہ تان کر کہا:

"پھر تو میں کامیاب ہوں، آپ تمغہ میرے سینے پر آویزاں کیجیے"!

اِس پر مسلم لیگی کارکن ملک شاد محمد نے آگے بڑھ کر حضرت سراج الملّت کے ہاتھ سے تمغہ لیا اور قائد اعظم کی شیروانی کی بائیں طرف سینے پر ٹانک دیا۔ قائد اعظم رح نے مسکرا کر شکریہ ادا کیا اور بیٹھ گئے۔

حضرت امیرِ ملّت رح قدس سرّہٗ کی داد و دہش کی داستانیں تو زبان زدِ خاص و عام

ہیں۔ عرب کے لوگ اُنہیں "ابوالعرب" کہتے تھے۔ آپ بھی اُن کی طرح بڑے سخی اور جواد تھے۔ یتیموں اور بیوہ عورتوں کی خاص طور پر خبر گیری فرماتے تھے۔ مدرسہ کے طلباء کی ہر قسم کی ضروریات کا اہتمام فرماتے۔ ان تمام کاموں پر جو روپیہ صرف ہوتا، اُس کا علم خدا کے سوا کسی کو نہ ہوتا۔

ایک دفعہ آپ، حضرت امیر ملت قدس سرہ کی معیت میں حج بیت اللہ و زیارت روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے گئے ہوئے تھے۔ مدینہ منورہ میں ایک دن حضرت امیر ملت رح نے حضرت مولانا محمد ضیاء الدین مدنی رح (ف ۱۹۸۱ء) سے دریافت کیا کہ "آپ نے صاحبزادہ سے ملاقات کی؟" اُنہوں نے جواب دیا "جی ہاں! ملاقات ہوئی۔ میں مل کر بہت خوش ہوا ہوں۔ وہ بڑے عالم اور فاضل ہیں۔ آپ کے صحیح جانشین ہوں گے۔" حضرت امیر ملت رح نے فرمایا:-

"مولانا صاحب! بعض باتوں میں تو وہ مجھ سے بھی بڑھا ہوا ہے۔ میں کسی کو کچھ دیتا ہوں تو لوگ ایک کے چار کر کے بتاتے ہیں، مگر وہ دائیں ہاتھ سے دیتا ہے تو بائیں کو خبر نہیں ہونے دیتا۔"

آپ کی تقریر بہت دلپذیر اور پُراثر ہوا کرتی تھی۔ دقیق سے دقیق مسائل کو بھی آناً فاناً حل فرما دیتے تھے۔ آپ کی شیریں کلامی سے غیر بھی کھنچے چلے آتے تھے۔ وعظ میں عموماً ترکِ دنیا، سعیٔ عمل اور تصوّف کی باتیں ہی ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ ہمیں بارہا آپ کی میزبانی کا شرف حاصل ہوا۔ خوراک بہت سادہ پسند فرماتے۔ اُبلے ہوئے چاول اور سادہ گوشت بہت پسند فرماتے تھے۔ سنّتِ نبوی کے مطابق کدو خصوصی طور پر مرغوب تھا۔

آپ کا لباس سفید ہوتا تھا۔ کرتہ بہت کھلا (اکثر و بیشتر چکن کا کپڑا استعمال فرماتے تھے)، سفر میں سفید شلوار اور حضر میں سفید چادر۔ سر پر سفید پگڑی، پاؤں میں کھسہ، ہاتھ میں عصا۔ آپ والد گرامی کے مظہر اتم تھے۔ چہرہ پُر نور، جسے دیکھ کر خدا یاد آجاتا تھا۔

گفتگو فقیروں جیسی، چال شہنشاہوں جیسی، نرم دمِ گفتگو، گرم دمِ جستجو۔ سخاوت میں اپنے وقت کے حاتم طائی تھے۔ آخر عمر میں بصارت میں فرق آگیا تھا مگر صحت قابلِ رشک تھی۔ تہجد کی نماز کبھی قضا نہیں کی۔ آخر عمر میں رات کا اکثر و بیشتر حصہ بیدار رہتے تھے۔ عموماً نصف رات مطالعہ کتب اور حلِ مسائل میں صرف ہوتا۔ بعد ازاں تھوڑا سا لیٹ کر تہجد پڑھتے صبح کی نماز کے بعد طلباء کو درسِ قرآن دیتے تھے۔

آپ تقریر و تدریس کے علاوہ میدانِ تحریر کے بھی شاہسوار تھے۔ ماہنامہ "انوار الصوفیہ" (لاہور، سیالکوٹ، قصور) میں آپ کے گرانقدر مضامین زیورِ طبع سے آراستہ و پیراستہ ہو کر علماء سے خراجِ تحسین حاصل کرتے رہے۔ آپ نے بہت سی کتابیں بھی لکھیں۔ جن میں سے " افضل المرسل " کئی بار منصۂ شہود پر جلوہ گر ہو کر جامعیت اور انفرادیت کے لحاظ سے اپنی عظمت کا لوہا منوا چکی ہے۔

احباب و یارانِ طریقت کے نام آپ کے خطوط تصوّف، اسلامیات، تاریخ و تذکرہ اور اخلاق کا بہترین نمونہ ہوتے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضرت اقدس ہمارے سامنے تشریف فرما کر گفتگو فرما رہے ہیں۔ ذیل میں استاذی حکیم الملّت حکیم محمد موسیٰ امرتسری ثم لاہوری مدظلہ کے نام آپ کا ایک خط نقل کیا جاتا ہے۔ یہ خط حکیم صاحب قبلہ کے اُس خط کے جواب میں ہے جس میں انہوں نے آپ سے مولانا محمد عالم آسی امرتسری (ف ۱۹۴۴ء) کے حالاتِ زندگی و دیگر کوائف دریافت کئے تھے۔ لیجئے اب وہ خط ملاحظہ فرمائیے۔

علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ
۲۲، اگست ۱۹۵۷ء

جنابِ حکیم صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مرحوم و مغفور مولانا مولوی محمد عالم رح ذکی، ذہین

ہونے کے علاوہ ادیب فاضل اور جامع منقول و معقول تھے ۔ بہت ہی متدین، شریف الطبع انسان تھے ۔ میں نے چند اسباق اُن کے ساتھ حضرت مولانا غلام احمد صاحب حافظ آبادی (ف ۱۹۰۷ء) کی خدمت میں پڑھے ہیں ۔ اس سے زیادہ میں ان کے متعلق نہیں جانتا ۔ آپ کو دفتر اخبار الفقیہ گوجرانوالہ سے اُن کے حالات مل سکتے ہیں ۔ ایڈیٹر الفقیہ حکیم معراج الدین امرتسری (ف ۱۹۴۸ء) کے لڑکے وہاں رہتے ہیں ۔ مولانا محمد عالم مرحوم و مغفور نے (مولوی ثناء اللہ وہابی کے خلاف رسالہ جات بھی تحریر کئے تھے ۔ ان کا پتہ بھی دفتر الفقیہ سے ملے گا ۔

فقط والسلام

سید محمد حسین علی پوری

آپ کی وفات حسرت آیات ۶ جمادی الاول ۱۳۸۱ھ مطابق ۱۶ اکتوبر ۱۹۶۱ء بروز پیر بوقت ساڑھے پانچ بجے شام بعمر شریف تراسی ۸۳ سال ۱۲ یوم ہوئی ۔ نماز جنازہ حضرت خواجہ محمد شفیع سجادہ نشین چورہ شریف ضلع اٹک (ف ۱۹۶۶ء) نے پڑھائی اور حضرت امیر ملت قدس سرہ کے پہلو مبارک میں سپرد خاک کئے گئے ؎

عمر ہا در کعبہ و بتخانہ می نالد حیات
تاز بزم عشق یک دانائے راز آید بروں

آپ کی رحلت پر متعدد شعرائے کرام نے تاریخی قطعات کہے ہیں ۔ چند ایک درج ذیل ہیں :-

(۱) (از حضرت مولانا محمد یعقوب حسین ضیاء القادری بدایونی —— کراچی)

راہی ہوئے بہشت بریں کو ہزار حیف | بزم جہاں سے آج محمد حسین شاہ
نور نگاہ پیر جماعت علی تھے آپ | تھے آپ شیخ کامل و اکمل خدا گواہ

تھے نقشبندیوں کے عظیم الشرف بزرگ ۔۔۔ بیمثل تھے جہاں میں باندازۂ نگاہ
بعد از وصال اُنکی خدا مغفرت کرے ۔۔۔ مثلِ جہاں جناں میں بھی زائد ہو عزوجاہ

سالِ وصال کہئے ضیاؔ آنجناب کا
"جنت نصیب میر محمد حسین شاہ"

—— ۱۳۸۱ھ ——

●

(۲) از صوفی مسعود احمد رہبرؔ چشتی کشمیری ضیائی —— کراچی)

گئے خُلد میں ہم سے ہو کر وہ رخصت ۔۔۔ تھی جن کی مُسلّم زمانہ میں عظمت
جدائی قیامت سے کیا کم ہے اُنکی ۔۔۔ وہ وجہِ سکوں تھے وہ تھے دل کی راحت
سنائیں کسے حال دل اپنا اپنا ۔۔۔ ہیں صرفِ اَلم آج اہلِ عقیدت

کہو عیسوی سن میں تاریخ رہبرؔ
"گیا مہرِ تاباں امیرِ شریعت"

—— ۱۹۶۱ء ——

●

(۳) از حضرت صابرؔ براری —— کراچی

خلد آشیاں ہیں آج محمد حسین شاہ ۔۔۔ ہر اہلِ حق کے لب پہ ہے آوازِ آہ! آہ!
چمکے سراجِ ملت و دیں بن کے مہر و ماہ ۔۔۔ ہر راہرو نے پائی ہے جلووں سے اُنکے راہ
تھے عالمانِ دین میں وہ صاحبِ کمال ۔۔۔ تھا ہند و پاک میں اُنہیں حاصل وقار و جاہ
تھی طرۂ امتیاز کا حق گوئی آپ کی ۔۔۔ کرتے تھے اس ادا پہ مخالف بھی واہ واہ
روشن تھا چہرہ آپ کا بعد از وصال بھی ۔۔۔ ظاہر تھی جس سے شانِ ولایت خدا گواہ

صابرؔ سنِ وصال یہ کہتے ہیں جنتی
کہئے "گُل شگفتہ محمد حسین شاہ"

—— ۱۳۸۱ھ ——

آپ کی کرامات بے شمار ہیں۔ ذیل میں صرف اُن کرامات کا ذکر کیا جا رہا ہے جو راقم الحروف کی چشم دید ہیں:

(۱) ایک دفعہ حضرت سراج الملت رح ہمارے غریب خانہ میں جلوہ افروز تھے۔ میری والدہ ماجدہ اور ایک عورت مائی بی بی رانی مرحومہ نے آپ کے کپڑے مبارک دھوئے۔ اب سوال پیدا ہوا کہ پانی کہاں بہایا جائے کیونکہ کپڑے دھونے کے بعد پانی کو یوں ہی بہا دینا بے ادبی تھی۔ ہمارے گھر کے صحن میں ایک کیکر کا درخت تھا جو بالکل سوکھ چکا تھا۔ چنانچہ ہم نے وہ پانی دَور بنا کر کیکر کی جڑوں میں ڈال دیا۔ دوسرے دن صبح یہ دیکھ کر حیرت کی انتہا نہ رہی کہ سوکھے کیکر کے درخت نے کونپلیں نکالی ہوئی تھیں اور چند دن بعد ہرا بھرا ہو گیا۔ اللہ اکبر! کیا شان تھی میرے پیر و مُرشد کی۔

(۲) اسی طرح ایک مرتبہ پھر حضرت سراج الملت ہمارے ہاں فروکش تھے۔ ایک پیر بھائی محمد اسمٰعیل حجام مرحوم نے آپ کی دعوت کی۔ جب آپ دعوت کھانے کے لئے بمعہ یاران طریقت تشریف لے گئے تو وہ کثیر تعداد دیکھ کر گھبرا گیا۔ آپ نے اپنا رومال دیگ کے منہ پر ڈلوا کر کھانا تقسیم کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ تمام حاضرین نے سیر ہو کر کھانا کھایا لیکن پھر بھی کافی بچ رہا ہے

نگاہِ ولی میں یہ تاثیر دیکھی بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

(۳) ایک دفعہ ہمارے گاؤں دُبرج کلاں ضلع قصور میں بہت سے آدمیوں اور مویشیوں کو باؤلے کُتے نے کاٹ کھایا۔ اتفاق سے حضرت اقدس ہمارے ہاں تشریف فرما تھے۔ لوگوں نے فوراً حاضر ہو کر دَم کروایا اور صحت یاب ہو گئے۔ مگر ایک شخص اللہ بخش گھمار کا لڑکا محمد دین دم نہ کروا سکا تو وہ باؤلا ہو کر مر گیا۔

ارشاداتِ قدسیہ

۱۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع جملہ کمالات کا سرچشمہ ہے۔

۲۔ زنا اور بدکاری، خرابی و بربادی کا باعث ہے۔
۳۔ صالح ماں باپ کا صدقہ اُس کی اولاد کی سات پشتوں تک حفاظت کرتا ہے۔
۴۔ قرآن شریف کی عزت و حرمت تمام سماوی اور غیر سماوی کتابوں سے بہت زیادہ ہے۔
۵۔ ایمان کے بعد نجات کا انحصار اعمالِ صالح پر ہے۔
۶۔ ادب، فرائض و واجبات و سنن و محرمات وحدود اللہ و احکامِ شرعیہ الٰہیہ کے مطابق عمل کرنے کا نام ہے۔
۷۔ حضور نبئ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم و توقیر کے بغیر نجات ناممکن ہے۔ اگرچہ کتنا ہی عابد و زاہد ہو۔
۸۔ درود شریف، اللہ تعالیٰ کی رحمت پانے کا ذریعہ ہے۔
۹۔ جو کوئی حضور نبئ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود شریف بہت زیادہ پڑھتا ہے، اُس سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بہت محبت ہو جاتی ہے اور قیامت کے دن وہ سب سے زیادہ آپ کے قریب ہوگا۔
۱۰۔ محبوب کی یاد اُس کے دیکھنے کے قائم مقام ہے۔ اگر محبوب نظر نہ آئے تو اُس کی یاد سے غافل نہ رہو، کیونکہ ؎ ذکرِ حبیب کم نہیں وصلِ حبیب سے۔
۱۱۔ زبان کی حفاظت کرو۔ اگر اس کو ذکرِ خدا اور نیک باتوں میں لگاؤ گے تو ثواب پاؤ گے، جس کی بے حد ضرورت ہے۔ اور اگر اس کو لغو اور بے ہودہ باتوں میں چلاؤ گے تو خسارہ اٹھاؤ گے۔
۱۲۔ زبان دل کی ترجمان ہے۔ جس طرح دل کا پاک رکھنا واجب ہے، اسی طرح زبان کا پاک رکھنا بھی واجب ہے۔
۱۳۔ صحبتِ صالحین، اخلاق و احوال کے تبدیل کرنے کے لیے اکسیرِ اعظم ہے۔ خوش نصیب

ہیں وہ لوگ جن کو نیکوں کی صحبت میں حاضر ہونے کی سعادت حاصل ہے۔

۱۴۔ بزرگ وہ ہے جو اپنے استاد اور شیخ کی قدر و منزلت اور اُس کے احسان کو جان کر اُس کی تعظیم میں کوتاہی نہ کرے۔

۱۵۔ جو شریعت کا پابند نہیں، اگرچہ اس سے خوارقِ عادات کا بکثرت ظہور ہو، ولی نہیں ہے۔ کیونکہ ولایت کی بنا اتباعِ سنّت پر ہے، کرامات پر نہیں۔

۱۶۔ اہلِ سنّت وجماعت کا طریق ہی طریقِ حق ہے۔

۱۷۔ نمازِ تہجد پر مداومت کرنی چاہیئے، جو فیوضات اس سے حاصل ہوتے ہیں، وہ کسی دوسری چیز سے حاصل نہیں ہوتے۔

۱۸۔ تحمّل و بُردباری اللہ کے نیک بندوں کا شیوہ ہے۔

۱۹۔ دین کا علم بہت بڑی نعمت ہے۔ اس کے حصول میں کوشش کرنی بہت بڑا جہاد ہے۔

۲۰۔ قصیدہ بُردہ اور قصیدہ بانت سعاد بڑی متبرک کتابیں ہیں۔

منقبت

سراج الملت پیر سید محمد حسین شاہ صاحب علی پوری رحمۃ اللہ علیہ

محمد حسین شاہ پیرِ زماں ہے
جماعت کا بیٹا جماعت کا نشاں ہے

فضیلت کا منبع کرامت کا مخزن
طلبگارِ حضرت کا پیر و جواں ہے

امامِ طریقت ۔ حقائق کا عارف
خدا کا ولی، رہنمائے جہاں ہے

محاسن مکارم کی جو آپ میں ہیں
بیاں کرنے کی کس میں تاب و تواں ہے

معطّر فضا ہے، منوّر ہے ماحول
جہاں جلوہ فرما یہ جانِ جہاں ہے

مفسّر، محدّث، فقیہِ معظّم
بڑی خوبیوں کا یہ اک کارواں ہے

رازِ محبت کا استاذ ہے یہ
جہانِ تصوّف کا یہ پاسباں ہے

خدا رکھے قائم یہ ظلِّ ہمایوں
یہی اک ہماری پناہ و اماں ہے

مقامِ ولایت جہاں جلوہ گر ہیں!
ہے اس سے بھی آگے جو حدِ گماں ہے

تصرف سے اُن کی بنا سنگ گوہرؔ
کہ تابش سے جس کی منوّر جہاں ہے

(مولانا غلام رسول گوہرؔ قصوری رح)

خُلفائے سِراجُ الملّت قدس سرہٗ

شیخ محمد نصیب ولد غلام فرید کی ولادت ۲۷ ذیلقعدہ شریف ۱۳۲۰ھ / ۲۶ فروری ۱۹۰۳ء کو امرتسر میں ہوئی۔ والد گرامی ضلع کچہری امرتسر میں ریڈر کی آسامی پر ملازم تھے۔ ایف۔اے کرنے کے بعد راولپنڈی میں ڈویژنل سپرنٹنڈنٹ ریلوے کے دفتر میں بطور کلرک بھرتی ہو گئے اور ۱۹۶۵ء میں ملتان ریلوے آفس سے آفس سپرنٹنڈنٹ کے عہدہ سے ریٹائر ہوئے۔

بچپن سے آپ کو مذہب سے لگاؤ تھا۔ علماء کرام کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے تھے۔ ۱۹۴۸ء میں اپنے ایک دوست ملک محمد سلطانؒ کے ہمراہ کنجاہ شریف ضلع گجرات حضرت ڈاکٹر محمد اللہ دتہ طالب کنجاہیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ معلوم نہیں کہ کسی مولوی صاحب کے درس کا اثر تھا یا ذہن کی خلش کہ آپ نے حضرت ڈاکٹر صاحبؒ کی خدمت میں سورۃ الحمد شریف کی تفسیر جاننے کی خواہش ظاہر کی۔ جب حضرت ڈاکٹر صاحب تفسیر بیان فرما رہے تھے تو آپ کا دل اُن کی جانب کھنچتا چلا جا رہا تھا۔ چند لمحوں کی معیت نے آپ کے دل و دماغ کی کایا پلٹ دی۔ جونہی ڈاکٹر صاحبؒ نے اپنا بیان ختم کیا، آپ نے بیعت کے لیے ہاتھ بڑھا دیے۔

بیعت کے بعد حضرت ڈاکٹر صاحبؒ نے فرمایا: "شیخ صاحب! آپ میرے پاس دیر سے اور عمر کے پچھلے حصہ میں آئے ہیں اس لیے اب آپ کو نہ صرف دوڑنا پڑیگا

بلکہ منازل طے کرنے کے لئے زیادہ محنت بھی کرنا پڑے گی۔ چنانچہ آپ نے آنے والے وقت میں اپنے پیر و مرشد کے ارشادات کی بطریق احسن پیروی کر کے آپ کے فرمان کو سچ کر دکھایا۔ حتیٰ کہ آپ کا شمار حضرت ڈاکٹر صاحب رح کے مریدین کی صفِ اوّل میں ہونے لگا۔ پیر و مرشد کی نگاہِ فیض نے آپ پر اتنا اثر کیا کہ کچھ عرصہ بعد آپ نے تمام اہلِ خانہ کو داخل سلسلہ کرا دیا۔

آپ نے چند سالوں میں اپنی خاموش محبت کے ذریعے اپنے پیر و مرشد کے دل میں گھر کر لیا اور ان کے بہت قریب آ گئے۔ اپنے کئی دوستوں کو بیعت کرایا۔ راولپنڈی میں آپ نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی اشاعت اور تبلیغ میں اہم کردار ادا کیا۔ راولپنڈی سے ملتان تبادلہ ہوا تو یہاں آکر اپنی تبلیغی کوششوں کو بدستور جاری رکھا۔ ملتان شہر وطن عزیز پاکستان کے مرکز میں واقع ہونے کی وجہ سے پیرانِ علی پور شریف و دیگر بزرگانِ سلسلہ کا گزر ملتان ریلوے اسٹیشن سے اکثر ہوتا رہتا تھا۔ آپ کا معمول تھا کہ گھر سے کھانا تیار کرواتے اور اسٹیشن پر لیجا کر اہتمام کے ساتھ حضرات کی تشریف آوری کے منتظر رہتے۔

ملتان سے آپ کا تبادلہ کراچی ہو گیا۔ وہاں بھی آپ نے اپنے شیخ کامل کے ارشاد کی تعمیل میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ حتیٰ کہ آپ کے ساتھی آپ سے بیعت کی درخواست کرنے لگے۔ یہ دیکھ کر حضرت ڈاکٹر صاحب رح نے آپ کو ایک مکتوب میں بیعت کی اجازت مرحمت فرما دی۔ چنانچہ ہزاروں تشنہ روحوں نے آپ کے دستِ مبارک پر بیعت کر کے روحانی سکون حاصل کیا۔

مارچ ۱۹۵۹ء میں ڈاکٹر صاحب رح کے پہلے سالانہ عرس مبارک کے موقعہ پر حضرت کیپٹن خواجہ محمد امین رح سجادہ نشین کے مشورہ سے سراج الملّت حضرت حافظ پیر سید محمد حسین شاہ صاحب علی پوری قدس سرہٗ نے بھی شیخ محمد نصیب رح کی دستار بندی کر کے خلافت سے نوازا۔ اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ جماعتیہ کی تبلیغ و ترویج کی تلقین کی۔ چنانچہ

آپ نے تادمِ واپسیں اس فریضے کو حُسن وخوبی سرانجام دیا۔ ملازمت سے ریٹائر ہونے کے بعد اسلام پورہ (کرشن نگر) لاہور میں مستقل رہائش اختیار کی۔ اور خلقِ خدا کی رہنمائی فرماتے رہے۔

آپ کی رحلت یکم شوال ۱۳۸۸ھ / ۲۲، دسمبر ۱۹۶۸ء بروز اتوار ہوئی۔ قبرستان میانی صاحب لاہور میں آخری آرامگاہ بنی۔ جہاں ہر سال آپ کا عرس شریف منایا جاتا ہے۔

ماخذ

- "سیرتِ طالب کنجاہی" از کیپٹن محمد امین کنجاہی مطبوعہ کنجاہ ضلع گجرات ۱۹۹۱ء ص ۳۷۳ تا ۳۷۵۔
- مکتوب گرامی شیخ نعمت علی (خلیفہ دربار طالبیہ کنجاہ شریف) بنام محمد صادق قصوری از لاہور محررہ ۲۹، جولائی ۱۹۹۱ء۔
- مکتوب گرامی پروفیسر محمد حنیف ابن شیخ محمد نصیب بنام محمد صادق قصوری از لاہور محررہ ۱۰، اگست ۱۹۹۱ء

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں بھارت کے صوبہ یوپی کے شہر میرٹھ کو بڑی اہمیت حاصل ہے کیونکہ مجاہدین کا اولین مرکز یہی شہر تھا اور یہیں سے جنگ آزادی کا آغاز ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ یہ شہر تاریخ میں شہرت عام اور بقائے دوام کا حامل ہے۔

اسی ضلع میرٹھ کی تحصیل غازی آباد کے موضع صدر پور کے ایک معزز بنسی خاندان کے کنور راجپوت گھرانے کے سربراہ نور محمد نمبردار تھے جو صرف چند ایکڑ اراضی کے مالک تھے مگر اپنی شرافت، دیانت اور پرہیزگاری کی وجہ سے ہر خاص و عام کے دلوں پر حکومت کرتے تھے۔ ؎ جو دلوں کو فتح کر لے وہی فاتح زمانہ

نور محمد نمبردار کے دو بیٹے تھے، مولوی محمد اشرف اور نجم الدین۔ مولوی محمد اشرف نے بی۔اے اور ایس اے وی کی ڈگریاں پنجاب یونیورسٹی سے امتیازی حیثیت سے حاصل کرنے کے بعد محکمہ تعلیم پنجاب میں ملازمت اختیار کر لی۔ دوران ملازمت متعدد اضلاع میں ڈپٹی انسپکٹر آف سکولز اور ڈسٹرکٹ انسپکٹر آف سکولز رہے۔ بالآخر ۱۹۱۶ء میں ڈیرہ غازی خان سے مؤخر الذکر عہدہ جلیلہ سے ریٹائر ہو کر غازی آباد شہر میں سکونت پذیر ہو گئے اور ۱۹۲۷ء میں غازی آباد ہی میں اس دارِ فنا سے دارِ بقا کی طرف کوچ کر گئے۔

ہمارے ممدوح ڈاکٹر محمد ظریف کی ولادت باسعادت انہی مولوی محمد اشرف مرحوم کے ہاں اپریل ۱۸۹۹ء میں ہوشیارپور (مشرقی پنجاب، بھارت) میں ہوئی۔ ڈاکٹر صاحب

نے ہندو کالج کشمیری گیٹ دہلی (بھارت) سے ایف۔اے کرنے کے بعد ۱۹۲۳ء میں میڈیکل سکول آگرہ میں داخلہ لے لیا اور ۱۹۲۶ء میں ایل۔ایم۔پی کا امتحان امتیازی حیثیت سے پاس کیا۔ ۱۹۲۶ء میں ہی رورل ڈسپنسری کرٹکن واہگہ ضلع شیخوپورہ کے انچارج میڈیکل آفیسر کی حیثیت سے ملازمت کا آغاز کیا اور ۱۹۴۶ء میں قبل از وقت ریٹائرمنٹ لے کر پرائیویٹ پریکٹس شروع کر دی جو تادمِ واپسیں جاری رہی۔

ایف اے کے دوران ہی آپ نے سنوسیٔ ہند امیر ملت حضرت پیر سید جماعت علی شاہ محدّث علی پوری قدس سرہ کے دستِ اقدس پر بیعت کر لی تھی اور بیعت کے فوراً بعد ہی اپنی زندگی کو ارشاداتِ مرشد کے تابع کر دیا۔ میڈیکل کی تعلیم کے دوران جب دیہاتوں میں جاتے تو ناخواندہ اور نام کے مسلمانوں کے ہندوانہ رسم و رواج دیکھ کر کڑھتے، انہیں اسلام کے اصولوں سے آگاہ کرتے، کلمہ طیبہ سکھاتے اور ادائیگی نماز کی تعلیم دیتے رہے۔ شدھی تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور بے شمار مسلمانوں کو مرتد ہونے سے بچایا۔

۱۹۴۶ء میں ریٹائرمنٹ کے بعد حضرت امیر ملت قدس سرہٗ کے حکم کے مطابق اپنے آپ کو تحریکِ پاکستان کے لیے وقف کر دیا۔ آپ شیخوپورہ سٹی مسلم لیگ کے سرکردہ رہنماؤں میں سے تھے۔ میڈیکل پریکٹس صرف اتنی کرتے جس سے گزر اوقات ہو جاتی۔ باقی تمام وقت مذہبی، ملی اور سیاسی کاموں میں صرف کر دیتے۔ مریضوں کا علاج کرتے وقت انہیں مذہبی اور سیاسی تبلیغ بھی کرتے۔ روحانی علاج بھی کرتے مگر اُسے ذریعۂ معاش نہ بنایا۔

اپنے احاطہ میں ایک چھوٹی سی مسجد و مدرسہ کی بنا ڈالی تھی، جہاں ایک عالم دین امامت و خطابت کے فرائض انجام دیتے تھے اور بچوں کو قرآن پاک ناظرہ بھی پڑھاتے تھے۔ ابتدا میں خود درسِ قرآن پاک بھی دیتے رہے اور احاطہ کے ناخواندہ لوگوں کو

شرعی مسائل سے آگاہ فرماتے تھے۔ زہد و عبادت اور تقویٰ و پرہیزگاری میں اپنی مثال آپ تھے۔ دینی کتب و رسائل کے مطالعہ سے گہرا شغف رہا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ سے متعلق کتابیں خصوصی طور پر زیر مطالعہ رہتی تھیں۔ علاوہ ازیں اولیائے کرام کی سیرت و سوانح، ملفوظات اور تعلیمات پر مبنی لٹریچر زیر نظر رہتا تھا۔ اخبار بینی کا بھی شوق رہا۔

ڈاکٹر صاحب ایک پکے اور سچے پاکستانی تھے۔ اُن میں خودداری بدرجۂ اتم موجود تھی۔ دوران ملازمت افسران بالا کی عزت و تکریم تو ضرور کی مگر خوشامد ہرگز نہ کی۔ زمانۂ طالبعلمی میں کھیلوں کا بھی شوق تھا۔ ہاکی، والی بال، بیڈمنٹن اور کرکٹ کے صفِ اوّل کے کھلاڑی رہے۔ ورزش اور کشتی سے بھی کافی لگاؤ رہا۔ بڑھاپے میں بچوں کو کھیلتے اور ورزش کرتے دیکھ کر بہت ہی تبسّم فرمایا کرتے تھے۔

۱۲ مئی ۱۹۶۷ء کو بر موقعہ سالانہ عرس مبارک علی پور سیداں شریف، حضرت سراج الملت پیر سید حافظ محمد حسین علی پوری قدس سرہٗ نے آپ کو اجازت و خلافت سے نواز کر خلقِ خدا کی روحانی تربیت کی تلقین فرمائی۔ آپ سے پہلے اسی محفل میں حضرت ڈاکٹر غلام حیدر رچھٹہ آف سانگلہ ہل ضلع شیخوپورہ (ف ۱۹۸۶ء) کو بھی اجازت و خلافت عطا ہوئی تھی۔

آپ کی وفات حسرت آیات ۲۹ مئی ۱۹۷۰ء بمطابق ۲۲ ربیع الاوّل ۱۳۹۰ھ بروز جمعۃ المبارک ۲ بجکر ۵۴ منٹ پر علی الصبح ہوئی۔ آپ کا جسدِ خاکی شیخوپورہ کے قدیم گورستان موسوم بہ "قبرستان پیر فتحدین" میں قبل از نماز مغرب سپردِ خاک کیا گیا۔ شہر کے زعماء و قائدین نے آپ کے سفرِ آخرت میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔ جلوسِ جنازہ باعتبار کثرت و عظمت بلدیہ شیخوپورہ کا تاریخ ساز جلوس تھا۔

آپ کے مزارِ مقدس پہ جو سنگِ مرمر کی لوح لگی ہوئی ہے، اُس کی نقل یوں

ہے :

یا اللہ جل جلالہ — یا رسول اللہ ﷺ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ وَّیَبْقٰی وَجْہُ رَبِّکَ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ

(پارہ ۲۷ سورہ رحمٰن : ۲۶، ۲۷)

مزار پُر انوار

عالیجناب فضیلت مآب الحاج ڈاکٹر محمد ظریف صاحب نقشبندی جماعتی رح

خلیفہ دربار عالیہ علی پور سیداں شریف

وصال بعمر اکہتر برس

۲۲ ربیع الاول ۱۳۹۰ھ - بمطابق ۲۹ مئی ۱۹۷۰ء

بروز جمعۃ المبارک پونے تین بجے صبح بمقام شیخوپورہ

قصۂ شام وصال، آخر کار، آخر شد — مستیٔ بادۂ دی رفت، خمار آخر شد
پائے بنہاد خزاں برسر ہستی اے گل — سیر بستاں و تماشائے بہار آخر شد

ڈاکٹر صاحب رح نے دو شادیاں کی تھیں۔ پہلی شادی ۱۹۱۷ء میں آگرہ (ہندوستان) کے ایک جاگیردار محمد وحید اللہ مرحوم کی صاحبزادی مسماۃ لطیف النساء سے ہوئی جو نہایت پابند صوم وصلوٰۃ تھیں۔ ان کے بطن سے چھ صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں ہوئیں۔
۱۹۴۰ء میں بچی کی پیدائش کے موقعہ پہ ڈاکٹر صاحب رح کی یہ اہلیہ اللہ کو پیاری ہوگئیں۔
سب سے بڑے صاحبزادے محمد عفیف اپریل ۱۹۲۱ء میں غازی آباد میں پیدا

لکھنؤ (انڈیا) کے ہیوٹ
۱۹۲۰ء میں شیخوپورہ سے میٹرک کرنے کے بعد
ہوئے۔ انجینئرنگ سکول سے اوورسیئر کا کورس پاس کیا اور نئی دہلی میں سنٹرل پی ڈبلیو ڈی میں اوورسیئر کی آسامی پر فائز ہو گئے۔ قیام پاکستان کے بعد واپس شیخوپورہ تشریف لے آئے اور مسلسل علالت کے بعد اپریل ۱۹۴۸ء میں راہیٔ ملکِ عدم ہوئے۔ ایک بچی زاہدہ نیلوفر یادگار چھوڑی جو بفضلِ خدا اپنے گھر میں خوشحال زندگی بسر کر رہی ہے۔

دوسرے صاحبزادے محمد صدیق نقشبندی ۱۹۲۳ء میں اپنے نانا محمد وحید اللہ کے ہاں آگرہ میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۴۰ء میں شیخوپورہ سے میٹرک کرنے کے بعد ایم اے او کالج امرتسر (بھارت) میں داخلہ لیا مگر نامساعد حالات کی بنا پر دہلی جا کر ملازمت اختیار کر لی۔ تقسیم ملک کے بعد واپس شیخوپورہ آ گئے اور ۱۹۸۲ء میں جامع ہائی سکول شیخوپورہ سے "ماہرِ مضمون" کے عہدہ سے سبکدوش ہوئے۔ آپ بہت خلیق، ملنسار اور علم دوست ہیں۔ اپنے والد گرامی کے مشن کی ترویج کے لیے ہمہ تن ساعی رہتے ہیں۔

تیسرے صاحبزادے ۱۹۲۶ء میں پیدا ہوئے۔ کراچی یونیورسٹی سے ایم اے (اسلامیات) کرنے کے بعد پاکستان ایئر فورس میں بھرتی ہو گئے لیکن قبل از وقت ریٹائرمنٹ لے لی۔ آج کل کراچی میں ہومیو پیتھک ڈاکٹر صاحب کی حیثیت سے خدمتِ خلق کر رہے ہیں۔ آباء و اجداد کے مسلک اہلِ سنت و جماعت کو چھوڑ کر جماعتِ اسلامی میں شریک ہو چکے ہیں۔

چوتھے صاحبزادے محمد شفیق نقشبندی دسمبر ۱۹۳۲ء آگرہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم شیخوپورہ سے حاصل کی۔ ۱۹۵۸ء میں شیخوپورہ شہر میں میڈیکل سٹور کھولا۔ اواخر ۱۹۶۲ء میں مانچسٹر (برطانیہ) چلے گئے۔ دسمبر ۱۹۶۶ء میں حضرت امیرِ ملت پیر سید محمد جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری (۱۸۴۱ء۔ ۱۹۵۱ء) قدس سرہٗ کے خلیفہ مجاز الحاج

ذاکر علی رہتکی (۱۹۰۲ء — ۱۹۷۹ء) رحمۃ اللہ علیہ کی سگی بھتیجی سے عقد مسنونہ ہوا۔ مسلک حقہ اہلِ سنت وجماعت پر سختی سے پابند ہیں اور برطانیہ میں اشاعتِ اسلام میں پیش پیش ہیں۔

پانچویں بیٹے محمد توفیق ۱۹۳۴ء میں متولد ہوئے۔ شیخوپورہ سے تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۵۸ء میں برادرِ اکبر محمد شفیق نقشبندی کے اشتراک سے میڈیکل سٹور کھولا اور تاحال اسی ذریعۂ معاش سے بطریقِ احسن گزر اوقات کر رہے ہیں اور مسلک حقہ اہلِ سنت وجماعت پر راسخ ہیں۔

چھٹے صاحبزادے محمد عتیق ۱۹۳۸ء میں شیخوپورہ میں پیدا ہوئے۔ گورنمنٹ کالج لاہور سے بی اے (آنرز) کرنے کے بعد پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے (تاریخ) اور قانون کی ڈگریاں حاصل کیں۔ صوبائی سول سروس کے مقابلے کے امتحان میں نمایاں کامیابی سے ہمکنار ہوتے ہوئے ۱۹۶۵ء میں ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر کے عہدۂ جلیلہ سے ملازمت کا آغاز کیا۔ ۱۹۷۱ء سے ۱۹۷۹ء تک سات سب ڈویژنوں میں بطور اسسٹنٹ کمشنر تعینات رہے۔ ڈپٹی کمشنر کے عہدہ پر ترقی پانے کے بعد بطور ڈپٹی سیکرٹری پانچ محکموں میں خدمات انجام دیتے رہے اور پھر مختلف مراحل سے گزرتے ہوئے صوبائی سیکرٹری زرعی ترقیاتی کارپوریشن کے عہدہ پر متمکن ہوئے۔ ۲۶ نومبر ۱۹۹۰ء کو ڈپٹی کمشنر پاکپتن کی حیثیت سے چارج سنبھالا اور ڈیڑھ برس تک بطریقِ احسن خدمات انجام دینے کے بعد ۴ مئی ۱۹۹۲ء کو سول سیکرٹریٹ لاہور میں کسی اور اہم اسامی پر فائز ہو گئے ہیں۔ موصوف بڑے خوش اخلاق، مہمان نواز اور سادہ مزاج ہیں۔ آستانہ عالیہ علی پور شریف سے گہری وابستگی رکھتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد ظریف رحمۃ اللہ علیہ نے دوسری شادی مئی ۱۹۴۱ء میں دہلی کے ایک متدین گھرانے کے حافظ محمد اسحاق کی صاحبزادی مسماۃ اختر جہاں سے کی۔ ان کے

بطن سے تین صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں متولد ہوئیں۔ بڑے صاحبزادے محمد لئیق ۱۹۴۲ء میں شیخوپورہ میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۶۸ء میں بی اے کرنے کے بعد والدِ گرامیؒ کے ساتھ کلینک میں معاونت کرتے رہے۔ آج بھی نہایت کامیابی سے اسی کاروبار سے رزقِ حلال کما رہے ہیں۔

دوسرے صاحبزادے محمد خلیق ۱۹۴۸ء میں پیدا ہوئے۔ شیخوپورہ سے میٹرک کرنے کے بعد ٹیکنیکل کالج لاہور سے ائیر کنڈیشننگ میں سب انجنیئرز کورس مکمل کر کے گھی کارپوریشن آف پاکستان میں ملازمت اختیار کئے ہوئے ہیں۔

تیسرے صاحبزادے محمد تصدق ۱۹۵۱ء میں پیدا ہوئے۔ ہیلی کالج آف کامرس لاہور سے بی کام کیا۔ ابتداءً بڑے بھائی محمد لئیق صاحب کے کلینک پہ کام کر کے، اب موڑ جوئیانوالہ تحصیل و ضلع شیخوپورہ میں اپنا آزادانہ کلینک چلا رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان سب کو خوش و خرم رکھے۔

⁂

مآخذ

- ماہنامہ "انوار الصوفیہ" قصور بابت جون ۱۹۶۱ء ص ۵۔
- مکاتیبِ گرامی جناب محمد صدیق نقشبندی پسرِ حقیقی حضرت ڈاکٹر صاحبؒ از شیخوپورہ بنام محمد صادق قصوری محرّرہ ۱۷؍ اکتوبر ۱۹۸۸ء، ۱۳؍ جون، ۴؍ ستمبر ۱۹۹۲ء

حضرت مولانا محمد سلیمان صدیقی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا محمد سلیمان صدیقی کی ولادت ۱۹۰۰ء میں ضلع حصار (مشرقی پنجاب، بھارت) میں ہوئی۔ دورانِ تعلیم سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور میں ۱۵ اکتوبر ۱۹۱۷ء بروز پیر بوقت آٹھ بجے صبح مسجد پٹولیاں اندرون لوہاری دروازہ لاہور کی چھت پر حضرت امیر ملت قدس سرہ' سے شرف بیعت حاصل کیا۔ آپ ضلع حصار کے سب سے پہلے شخص تھے جو حضرت امیر ملت قدس سرہ' سے وابستہ ہوئے۔ اس کے بعد ہزاروں افراد نے رُوحانی استفادہ کیا اور دین و دنیا کی دولت سے سرفراز ہوئے۔

مارچ ۱۹۲۱ء میں لائل پور میں ڈسٹرکٹ خلافت کانفرنس، حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری قدس سرہ' کی صدارت میں منعقد ہوئی تو آپ اس وقت زراعتی کالج میں زیر تعلیم تھے۔ اس دوران آپ نے حضرت اقدس کی بابرکت صحبت عالیہ سے پورا پورا استفادہ کیا۔ کانفرنس کی مکمل رپورٹ مرتب کر کے اپریل ۱۹۲۱ء کے ماہنامہ "انوار الصوفیہ" لاہور میں شائع کرائی۔ حضرت امیر ملت قدس سرہ' کے ساتھ آپ کی محبت اس رپورٹ کے لفظ لفظ سے عیاں تھی۔ چنانچہ حضرت نے اس خدمت کو پسند فرمایا اور آپ کو اپنا "وقائع نگار" مقرر فرمایا۔ ۱۹۳۲ء حضرت اقدس نے حج مبارک کے سفر میں آپ کو ہمرکابی کا شرف بخشا۔ اس مبارک سفر کی تمام رپورٹ آپ نے انوار الصوفیہ ماہ اگست ۱۹۳۲ء میں کرائی۔

تحصیل علم کے بعد آپ محکمہ تعلیم سے وابستہ ہوگئے تھے۔ ضلع حصار میں مختلف مقامات پر ہیڈ ماسٹر کی آسامی پر فائز رہے۔ اس دوران حضرت امیر ملت قدس سرہٗ دورہ پر تشریف لاتے تو آپ توسیع سلسلہ میں ہر ممکن خدمات انجام دیتے۔ آپ کی تبلیغی خدمات سے خوش ہوکر حضرت امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۳۷ء میں آپ کو اجازت وخلافت سے نوازا تھا۔ علاوہ ازیں سراج الملت پیر سید محمد حسین شاہ صاحب رح (ف ۱۹۶۱ء) اور شمس الملت پیر سید نور حسین شاہ صاحبؒ (ف ۱۹۷۸ء) نے بھی آپ کو دستارِ خلافت سے نوازا تھا۔

۱۹۴۶ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس منعقد ہوئی تو آپ وقائع نگار کی حیثیت سے حضرت امیر ملت قدس سرہٗ کے ساتھ شریکِ اجلاس ہوئے۔ اس تاریخی اجلاس کی صدارت حضرت اقدس امیر ملتؒ نے فرمائی تھی۔ آپ نے اس اجلاس کی مفصل کارروائی رسالہ "انوار الصوفیہ" میں شائع کرائی تھی۔ جس کی تلخیص بعد میں "انوار الصوفیہ" قصور بابت اکتوبر ۱۹۷۲ء میں بھی چھپ چکی ہے۔ جس سے آپ کی قابلیت، صحافتی فن سے آگاہی اور اہلیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

ملازمت سے ریٹائر ہونے کے بعد کبرسنی کی وجہ سے ایل بلاک ڈیرہ غازیخان میں گوشہ نشین ہوکر اللہ اللہ کرتے رہتے تھے۔ یہاں تک کہ ۱۴؍ فروری ۱۹۷۷ء مطابق ۲۴؍ صفر ۱۳۹۷ھ بروز پیر راہیٔ ملک عدم ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ؕ

٭٭

ماخذ

- "حضرت امیر ملت اور انکے خلفاء" از محمد صادق قصوری، سیالکوٹ ۱۹۸۳ء ص ۱۲۲ تا ۱۲۳۔
- مکتوب گرامی اظہار الحسن نواسہ حقیقی مولانا محمد سلیمان صدیقی از ڈیرہ غازیخان محررہ ۶؍ اپریل ۱۹۷۷ء
- ماہنامہ "انوار الصوفیہ" قصور مارچ اپریل ۱۹۷۷ء

حاجی محمد طاہر شمسی مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت حاجی محمد طاہر شمسی بن حاجی محمد یوسف بن شیخ محمد یعقوب کی ولادت باسعادت ۱۸۸۷ء میں محلہ تمبا کو والا مراد آباد (یوپی، انڈیا) میں ہوئی۔ قرآن مجید اور اردو کی تعلیم شاہی مسجد مراد آباد سے حاصل کی اور پھر تجارت کے مقدس پیشے کو اپنا لیا۔

۱۹۱۹ء میں حیدر آباد دکن (انڈیا) میں سنوسٹی ہند امیر ملت حضرت پیر سید محمد جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری قدس سرہٗ کے دستِ حق پر سعادتِ بیعت حاصل کی۔

بیعت کرنے کے بعد آپ کی دنیا بدل گئی۔ ہر وقت باوضو رہتے تھے، محنت کا کام کرتے، اپنے ہاتھ سے ڈبے بناتے تھے۔ اگر وضو ٹوٹ جاتا تو جب تک وضو نہ کر لیتے کسی کام کو ہاتھ نہ لگاتے تھے۔ عصر سے مغرب تک نہ کسی سے بات کرتے تھے اور نہ ہی کچھ کھاتے پیتے تھے۔ زیادہ تر ذکرِ خداوندی میں مصروف رہتے تھے۔

تقسیم برصغیر کے بعد جب علاقہ یوپی میں حضرت امیر ملت قدس سرہٗ کا کوئی خلیفۂ مجاز نہ رہا اور سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ جماعتیہ سے وابستہ لوگ پریشان و ہراساں رہنے لگے تو ۲۱، اکتوبر ۱۹۵۲ء کو حضرت مولانا پروفیسر حامد حسن قادری نقشبندی جماعتی (ف ۱۹۶۴ء) (خلیفۂ مجاز حضرت امیر ملت قدس سرہٗ) اپنے وطن مالوف آگرہ سے مراد آباد رونق افروز ہوئے اور حاجی محمد طاہر صاحب کے مکان پر آپ نے ایک ہفتہ تک قیام فرمایا۔ واپس آگرہ جا کر انہوں نے حضرت سراج الملت پیر سید

حافظ محمد حسین شاہ صاحب سجادہ نشین دربار عالیہ علی پور شریف کی خدمت میں عریضہ ارسال کیا جس میں حاجی محمد طاہر صاحب کے بعض حالات بیان کر کے ان کے لئے خلافت کی اجازت چاہی۔ جواب میں حضرت سراج الملت رحمۃ اللہ علیہ نے جو مکتوب لکھا وہ ۸، دسمبر ۱۹۵۲ء کو پروفیسر قادری صاحب کو موصول ہوا۔

چک ۲۷۹ ر ب خورد ضلع لائل پور

۲، دسمبر ۱۹۵۲ء

بخدمت قادری صاحب زاد مجدکم

السلام علیکم: آپ کا محبت نامہ مع مفصل حالات یارانِ طریقت و حاجی محمد طاہر صاحب کی نسبت پہنچا۔ آپ کی رائے مبارک، مبارک ہے۔ میرا آپ کے ساتھ اتفاق ہے۔ میری طرف سے اجازت ہے کہ آپ دستارِ خلافت اُن کے زیبِ سر کریں تاکہ سلسلہ کی اشاعت ہو اور یارانِ طریقت سلسلہ میں منسلک ہو کر ذکر و فکر و مراقبہ و سحر خیزی کے عادی ہوں۔ اس سے بڑھ کر اور کیا کارِ خیر ہو سکتا ہے۔ حاجی محمد طاہر صاحب مشغول آدمی ہیں۔ سلسلہ کی ترقی و برتری کے لیے اگر اُن کو وقت مل جائے تو بہت ہی موزوں ہو گا۔ مولائے کریم وہ دن جلد لائے کہ حاجی محمد طاہر صاحب کے ہاتھ پر ہزاروں آدمی توبہ کر کے سلسلہ میں داخل ہوں۔ آمین۔ میری طرف سے ہدیہ مسنونہ۔ سلسلہ کی اشاعت و ترویج کی تاکید مزید کریں اور جملہ یارانِ طریقت کو میرا سلام کہہ دیں۔ اور ان کی خیریت سے اطلاع دیں اور اپنی خیریت سے بھی اطلاع دیتے رہا کریں۔ حاجی محمد طاہر صاحب بھی اگر اپنی خیریت سے اطلاع دیں تو بعید از تکلف نہ ہو گا۔

از محمد حسین علی پوری

اس خط کے صادر ہوتے ہی پروفیسر حامد حسن قادری صاحبؒ مراد آباد تشریف لائے اور ایک اجلاس منعقد کیا جس میں شہر اور مضافات کے سب یارانِ طریقت حاضر ہوئے۔ اور یارانِ طریقت کے علاوہ دیگر حضرات بھی کافی تعداد میں شریک تھے حضرت مولانا حکیم محمد نذیر الاکرام نعیمی نے تقریر کی اور آخر میں پروفیسر قادری صاحبؒ نے خطاب کیا۔ اور حضرت سراج الملتؒ کا کرامت نامہ پڑھ کر سنایا۔ اور پھر حاجی محمد طاہر صاحب کے سر پر اپنے دستِ مبارک سے دستارِ خلافت باندھی اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی اشاعت کی اجازت فرمائی۔ اس پر تمام مجمع کھڑا ہوگیا اور سب لوگ بغل گیر ہوئے اور مبارکباد کی صدائیں بلند ہوئیں اور رومال و شیرینی و ہار و پھولوں کی نذریں پیش ہوئیں۔ اس وقت کا سماں قابلِ دید تھا۔

اُس موقعہ پر جناب عبدالرشید خاں ارشدؔ نے حاجی محمد طاہر صاحب کی خدمت میں مندرجہ ذیل ہدیۂ تہنیت پیش کیا ؎

جماعت علی شاہ پیرِ خجستہ — بباغِ جماعت بہار فرستہ
ہزاراں تشکّر بہ پیرِ علی پور — کہ بیدار فرمود ہر قلب خفتہ
نبیٔ مکرّم بر اُو کرد رحمت — بروحش سلامے رسد دست بستہ
بحالِ مُریداں ہنوزست نگراں — نگوئیم آں ذات از ما برفتہ
خلافت بداد از رہِ فیض عالی! — بہ طاہر بخشید گنج نہفتہ
خلیفہ بشُد مقتدائے جماعت — بحکم خلافت چہ دُرہائے سُفتہ
چہ اوصافِ طاہر بہ اکرام ظاہر — بہ صورت مقدس بہ سیرت فرشتہ
بکارے اگر دست، دل سوئے یارے — ہمیں طور از غیر دارد نہ رشتہ
دلش صافی و ظاہرش صوفیانہ — علائق ز دنیائے دُوں اُو گسستہ
حیاتے بنوعِ دگر یافت طاہر — ز تیرِ نگاہِ جماعتؒ بکشتہ

میانِ جماعت بما نازِ فیضش رسد بر اجابت دُعائے دو دستہ
خدایا بحُبِ نبیؐ دل بقرار طلبگارِ عفویم ہر چہ گذشتہ
بشارت بیامد چو بہرِ خلافت محبِ ولی بارک اللہ گفتہ
بہ ارشد چناں گشت القائے تاریخ
"کہ طاہر ولئ خلافت" ــــ نوشتہ
۱۳۷۲ھ

●

حصولِ خلافت کے بعد حاجی صاحب نے ہندوستان بھر میں سلسلہ عالیہ کی اشاعت کے لیے کمرِ ہمت باندھی۔ طول و عرض میں دورے کر کے "دہر میں اسم محمدؐ سے اُجالا کیا۔ جہاں جہاں آپ تشریف لے جاتے دیوانہ وار لوگ آپ پر فدا ہوتے تھے۔ ہر ادنیٰ و اعلیٰ آپ کی صحبت کا فیضان حاصل کرنے کا خواہش مند رہتا تھا۔ آپ ہر کس و ناکس سے نہایت خندہ پیشانی سے اور متبسّم ہو کر ملتے تھے۔ آپ کے تقویٰ اور جلال کا یہ عالم تھا کہ کسی بھی وقت حق بات کہنے سے نہیں چوکتے تھے اور نہ کسی سے مرعوب ہونا سیکھا تھا۔ یہ سب کچھ آپ کو حضرت امیرِ ملت قدس سرہٗ کے فیضِ صحبت سے حاصل ہوا تھا۔

آپ کا حلیہ حضرت امیرِ ملت قدس سرہٗ کے حلیہ مبارک سے کافی مشابہ تھا۔ سفید شلوار، سفید عمامہ اور سفید ہی چکن کا لانبی آستینوں والا کُرتہ، حنائی ریش مبارک، گورا رنگ، پُرنور آنکھیں، لانبا قد۔ اگرچہ عمر کے آخری حصے میں ضعیفی کے سبب کمر جھک گئی تھی تاہم بغیر کسی سہارے یا مدد کے پابندی سے اپنے معمولات کو انجام دینا، دوستوں، عزیزوں، مریدوں اور یارانِ طریقت کو خطوط لکھنا روزمرّہ کا معمول تھا۔

آپ بعد نماز عشاء وظیفہ پڑھتے اور اسی عمل میں سو جاتے اور تہجد کے وقت بیدار ہو کر نماز پڑھتے۔ نمازِ تہجد کبھی قضا نہیں ہوئی۔ آخر عمر تک اپنا زیادہ تر کام

خود ہی انجام دیتے رہے کسی سے مدد نہیں لیتے تھے۔ رفتار خاصی تیز تھی کہ جوان تک آپ کے ساتھ نہیں چل سکتے تھے۔

۲۲ ستمبر ۱۹۸۱ء سے اچانک کھانا پینا ترک کر دیا تھا۔ گھر والے فکرمند ہوئے تو فرمایا! دست آنے سے دوسروں کو تکلیف ہوگی اور اسی طرح تین دن گزار دیئے اور ۲۵ ذیقعدہ ۱۴۰۱ھ مطابق ۲۵ ستمبر ۱۹۸۱ء کو آپ معمول کے مطابق نماز تہجد پڑھ رہے تھے اور سجدے میں تھے کہ روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

نمازِ جنازہ حضرت مولانا آلِ حسن سنبھلی نے پڑھائی اور قبرستانِ ہدی باغ میں ۴ بجے سہ پہر دفن ہوئے ؎

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم
تو نے وہ گنج ہائے گرانمایہ کیا کیے

●

ماخذ

- "رمزِ درویش" از راشد علی ج طبوعہ مراد آباد (انڈیا) ۱۳۹۸ھ۔
- رسالہ "شمسی آواز" مراد آباد۔
- مکتوب گرامی محمد ضیاء الدین خاں نقوی جماعتی جمالی بنام محمد صادق قصوری از رامپور (انڈیا) محررہ ۲۵ اگست ۱۹۹۲ء۔
- ماہنامہ "انوار الصوفیہ" سیالکوٹ ماہ جنوری ۱۹۵۳ء۔

حضرت مولانا محمد شریف ڈسکوی رحمۃ اللہ علیہ

رمضان المبارک ۱۳۴۳ھ/

حضرت مولانا محمد شریفؒ بن حضرت مولانا صوفی ضمیر احمدؒ رمضان المبارک ۱۳۴۳ھ/ مارچ ۱۹۲۵ء میں موضع باجرہ گڑھی ضلع سیالکوٹ کے ایک دیندار جوئیہ خاندان میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی چمڑے کا کاروبار کرتے تھے۔ اکثر و بیشتر مسجد میں "اللہ اللہ" کرتے رہتے تھے اور صحیح معنوں میں عاشقِ رسولؐ تھے۔

مولانا محمد شریف نے سات سال کی عمر میں مقامی سکول میں داخلہ لیا۔ لوئر مڈل کرنے کے بعد والد گرامی نے حضرت مولانا محمد عبدالغنیؒ (ف ۱۹۴۳ء) مسجد دو دروازہ سیالکوٹ کی خدمت میں پیش کیا۔ ابتدائی کتب پڑھنے کے بعد بعمر شریف چودہ سال فقیہ اعظم خلیفۂ امیر ملت حضرت مولانا محمد شریف کوٹلویؒ (ف ۱۹۵۱ء) کے حضور زانوئے تلمذ تہہ کر کے بھرپور استفادہ کیا۔ بعد ازاں والد ماجد نے مدرسہ عالیہ نقشبندیہ علی پور سیداں شریف میں داخل کروا دیا۔ وہاں آپ نے سراج الملت حضرت پیر سید محمد حسین شاہؒ علی پوری (ف ۱۹۶۱ء) حضرت مفتی آل حسن سنبھلی مراد آبادی (ف ۱۹ جوہر ملت حضرت پیر سید اختر حسین شاہ صاحب علی پوری (ف ۱۹۸۰) اور حضرت علامہ مولانا عبدالرشید جھنگوی سے علوم متداولہ کا اکتساب کیا۔

علی پور سیداں شریف کی طالب علمی کے دوران حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوریؒ (ف ۱۹۵۱ء) کی نظر کرم آپ پر ہوگئی۔ عصر کی نماز کے بعد

عموماً حضرت امیرِ ملّت قدس سرّہٗ آپ کو طلب فرما کر ارشاد فرماتے کہ "محمد شریف، نعت شریف سناؤ" آپ بڑے ذوق و شوق سے نعت سناتے۔ ایک دن آپ کے والد گرامی (مولانا صوفی ضمیر احمدؒ) حضرت امیرِ ملّت قدس سرّہٗ کی قدمبوسی کے لیے حاضر ہوئے، آپ بھی ساتھ تھے۔ حضرت امیرِ ملّت قدس سرّہٗ نے آپ کے والد ماجد سے سوال کیا:

"صوفی ضمیر احمد کی کم کردے او؟"

تو انہوں نے عرض کیا: "اسیں چم رنگنے آں"۔

یہ سماعت فرما کر حضرت امیرِ ملّت قدس سرّہٗ مراقبہ میں چلے گئے اور پھر تین دفعہ یہی سوال دہرایا۔ مراقبہ سے سر اٹھا کر ارشاد کیا کہ:-

"صوفی ضمیر احمد تسیں چم رنگدے او تے جاؤ اساں نے تیرے پتر محمد شریف دا دل رنگ چھڈیا اے۔"

چنانچہ حضرت امیرِ ملّت قدس سرّہٗ نے ایسا رنگ دیا کہ تا زیست عزّت و شہرت کی بلندیوں پر فائز رہے۔

علی پور سیداں شریف سے اکتسابِ علم کے بعد دورۂ حدیث کرنے کی خاطر لائلپور (حال فیصل آباد) محدّثِ پاکستان حضرت مولانا محمد سردار احمد صاحبؒ (ف ۱۹۶۲ء) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اُن کے دار العلوم جامعہ رضویہ مظہر اسلام سے دورۂ حدیث کی سند ۱۹۵۰ء میں حاصل کی۔

آپ نے دورانِ طالب علمی حضرت امیرِ ملّت قدس سرہٗ کے دستِ حق پر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت کی تھی اور حضرت سراج الملّت پیر سیّد حافظ محمد حسین شاہ صاحب علی پوریؒ (خلف اکبر و سجادہ نشین حضرت امیرِ ملّتؒ) نے خلافت و اجازت سے نوازا تھا۔ علاوہ ازیں فقیہِ اعظم مولانا محمد شریف محدّث کوٹلویؒ نے بھی خلافت عنایت کی تھی۔ حضرت مولانا محمد سردار احمدؒ

نے بھی سلسلہ قادریہ رضویہ میں مجاز کیا تھا۔ لیکن علی پور شریف سے اُن کی محبت وعقیدت لازوال تھی۔

فارغ التحصیل ہونے کے بعد آپ نے منڈی واربرٹن ضلع شیخوپورہ میں جامع مسجد مدینہ کی بنیاد رکھی۔ وہاں آپ کو اس قدر کامیابی نصیب ہوئی کہ صرف چھ ماہ کے عرصہ میں مخالفین اہلِ سنّت کو محلّہ عید گاہ کا مدرسہ عربیہ دینیہ اور جامع مسجد غلّہ منڈی خالی کرنا پڑی۔ جہاں آپ نے حضرت مولانا نور محمد قادری کو خطیب اور مدرس مقرر کیا۔

منڈی واربرٹن میں سات سال قیام کے بعد آپ ڈسکہ ضلع سیالکوٹ میں منتقل ہو گئے، جہاں آپ نے "جامع مسجد نور" کے نام سے ایک مسجد تعمیر کرائی اور ایک "دار العلوم نقشبندیہ جماعتیہ رضویہ" کا اجراء فرمایا۔ درس وتدریس کے فرائض کے علاوہ آپ نے خطابت اور روزانہ درسِ قرآن کی ذمہ داریاں بھی تازیست بڑے احسن انداز میں نبھائیں۔

آپ نے تحریکِ پاکستان میں اپنے پیرومرشد حضرت امیرِ ملّت قدس سرّہٗ کی زیرِ قیادت بھرپور حصہ لیا۔ ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء کی تحریک ختمِ نبوت میں مقامِ مصطفٰے ؐ کے تحفظ کیخاطر تین ماہ تک قید وبند کی صعوبتوں سے نبرد آزما رہے۔ ۱۹۷۰ء میں سوادِ اعظم کے دلوں کی دھڑکن اور نمائندہ جماعت "جمعیت علمائے پاکستان" نے سیاسی میدان میں قدم رکھا تو آپ ضلعی صدر منتخب ہوئے۔ بھٹو دور میں علماء ومشائخ اور محبِ وطن سیاسی لیڈروں پر جو ظلم وستم کے پہاڑ ٹوٹے وہ ایک ناقابلِ فراموش داستان ہے۔ حضرت مولانا نے بڑی پامردی سے حالات کا مقابلہ کیا۔

۱۹۷۷ء کے انتخابات میں پیپلز پارٹی نے جو عدیم المثال دھاندلی کی اور اس کے نتیجے میں "تحریک نظام مصطفٰےؐ" چلی تو آپ نے جمعیت علماء پاکستان ضلع سیالکوٹ کے صدر کی حیثیت سے بڑی جرأت ومردانگی سے تحریک کی قیادت کی۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ:

"میں نے "تحریکِ نظام مصطفیٰؐ" میں جو کام کیا ہے، اگر قبول ہو جائے، تو امید ہے کہ میری بخشش کے لئے یہی ایک کام کافی ہے۔"

آپ دو دفعہ زیارتِ حرمین شریفین سے مشرف ہوئے۔ پہلی دفعہ ۱۹۵۵ء اور دوسری دفعہ ۱۹۷۳ء میں۔ روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ کی حاضری قابلِ دید ہوتی تھی۔

آپ سچے عاشقِ رسولؐ تھے۔ جب کوئی نعت پڑھتا آپ کی آنکھوں سے اشکوں کا سیل جاری ہو جاتا۔ دورانِ تقریر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی آتے ہی حالت غیر ہو جاتی تھی۔

آپ خدا رسیدہ بزرگ اور کامل ولی اللہ تھے۔ لوگ آپ کو "مولوی" کم اور "فقیر" کی حیثیت سے زیادہ جانتے تھے۔ آپ کی تقریر میں بلا کی تاثیر تھی۔ لوگ دُور دُور سے آتے اور تقریر دلپذیر سُن کر دولتِ ایمان سے بامراد ہوتے تھے۔ آپ کی تشریف آوری سے قبل ڈسکہ میں اہل سنت والجماعت کی حالت نہایت ناگفتہ بہ تھی، آپ نے آکر اسے زندہ و جاوید بنا دیا۔ ہر سال آپ کے دار العلوم کا سالانہ جلسہ بڑی دھوم دھام سے ہوتا اور اکناف و اطرافِ ملک سے علماء و مشائخ تشریف لا کر عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قلوب کو جلا بخشتے۔ جو ہر ملت حضرت پیر سید اختر حسین شاہ صاحب علی پوریؒ (نبیرۂ امیر ملتؒ) کی زیرِ صدارت یہ جلسے تاریخی حیثیت اختیار کر جاتے۔

آپ کے بے شمار مرید اور تلامذہ درونِ ملک اور بیرونِ ملک پھیلے ہوئے ہیں۔ جو "مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے تحفظ" اور "نظام مصطفیٰؐ کے نفاذ" کے لیے سرگرم عمل ہیں۔

آپ کو کئی سال سے مرض دمہ کی شکایت تھی جس کی وجہ سے دونوں گردے ختم ہو گئے تھے۔ ۱۹۸۳ء میں مرض کا شدید غلبہ ہوا تو جنرل ہسپتال لاہور میں داخل ہوئے۔ مگر ع "مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی"۔ چنانچہ اسی مرض کی بناء پر ۸، ذیقعد ۱۴۰۴ھ/ ۶، اگست ۱۹۸۴ء بروز سوموار سورج طلوع ہونے سے قبل آپ کی مبارک رُوحِ قفس

عنصری سے پرواز کر گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔
آپ کی نمازِ جنازہ حضرت مولانا ابوداؤد محمد صادق صاحب گوجرانوالہ نے پڑھائی
اور پھر ہزاروں عقیدت مندوں کی آہوں اور سسکیوں کے دوران۔ قبرستان مستریاں"
کالج روڈ ڈسکہ میں سپردِ خاک کر دیئے گئے۔ جہاں اب شاندار مزار تعمیر ہو چکا ہے۔

⁂

ماخذ

- "تعارف علمائے اہلسنت" از محمد صدیق ہزاروی" لاہور ۱۹۷۹ء ص ۳۰۱ تا ۳۰۳۔
- روزنامہ "نوائے وقت" لاہور ۷ راگست ۱۹۸۲ء۔
- مکتوبِ گرامی صاحبزادہ محمد اشرف پسرِ حقیقی مولانا محمد شریف رح موصولہ ۱۵ رجون ۱۹۸۸ء۔

ڈاکٹر غلام حیدر چٹھہ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت الحاج ڈاکٹر غلام حیدر چٹھہ بن چوہدری جمال الدین چٹھہ نقشبندی جماعتی بن چوہدری علی محمد چٹھہ عرف چوہدری چندا کی ولادت باسعادت بمقام چٹھے چک نمبر ۴۶ نزد سانگلہ ہل ضلع شیخوپورہ میں ۱۹۰۴ء میں ہوئی۔ پرائمری تک کی تعلیم اپنے گاؤں میں حاصل کرنے کے بعد سانگلہ ہل سے میٹرک کا امتحان امتیازی حیثیت سے پاس کیا۔ اسلامیہ کالج لاہور سے ایف ایس سی کی اور پھر کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج لاہور سے ایم۔ بی۔ ایس کی ڈگری حاصل کی۔

ڈگری حاصل کرنے کے بعد برصغیر ہندوپاکستان کے مختلف شہروں مثلاً انبالہ، فیروزپور، ٹمگی، چکدرہ، کوہاٹ، میرن شاہ اور پشاور کے ہسپتالوں میں ملازمت کرنے کے بعد ۱۹۴۵ء میں استعفیٰ دے کر سانگلہ ہل میں پریکٹس شروع کر دی۔

۱۹۱۳ء میں جب آپ پانچویں جماعت کے طالب علم تھے، حضور قبلۂ عالم امیرملت حضرت پیر سید حافظ جماعت علی شاہ محدث علی پوری (ف ۱۹۵۱ء) کے دستِ مبارک پر سعادتِ بیعت حاصل کی۔ بیعت کے بعد نماز پنجگانہ شروع کی اور پھر کبھی قضا نہ کی۔

آپ نے تحریک پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ آپ سانگلہ ہل مسلم لیگ کے خزانچی تھے۔ حضرت امیرملت قدس سرہٗ کے ارشاد کے مطابق آپ نے حصولِ پاکستان کے لئے ہر ممکن قربانی دی اور قید وبند کے مصائب بھی برداشت کئے۔ اس سے قبل آپ نے مسجد شہید گنج کی تحریک میں بھی بھرپور حصہ لیا تھا۔

سابق وزیر اعظم پاکستان چوہدری محمد علی (ف ۱۹۸۰ء) اور کشمیری رہنما شیخ محمد عبداللہ (ف ۱۹۸۲ء) آپ کے کالج فیلو تھے اور دونوں کے ساتھ آپ کے گہرے مراسم تھے۔ ۱۹۴۵ء تک آپ داڑھی منڈوایا کرتے تھے اور انگریزی لباس پہنا کرتے تھے۔ ایک دن حضرت امیر ملت قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا:-

"ڈاکٹر صاحب! اب داڑھی سے صلح کر لو۔"

اس پر آپ نے سنّت کے مطابق داڑھی رکھ لی اور پھر سنّتِ شیخ کے تابع ہو کر چکن کا کرتہ پہننا شروع کر دیا۔ ایک دفعہ کسی نے کہا کہ ڈاکٹر صاحب! یہ کیا عورتوں والا لباس پہننا شروع کر دیا ہے تو آپ نے فرمایا:

"یہ اُس مرد کا لباس ہے جس جیسا مرد ابھی پیدا نہیں ہوا۔"

آپ پابندِ شریعت اور تہجّد گزار بزرگ تھے۔ نماز کبھی قضا نہ کی بلکہ تکبیرِ اولیٰ بھی نہ جانے دیتے تھے۔ جب کبھی کسی مجبوری کی بنا پر نماز باجماعت سے رہ جاتے تو مسجد میں بیٹھ کر لیٹ نمازیوں کا انتظار کرتے اور پھر خود جماعت کرواتے۔ ایک دفعہ نمازِ فجر قضا ہو گئی تو رونا شروع کر دیا۔ گھر والے پریشان ہو گئے کہ کیا واقعہ پیش آگیا ہے۔ کھانا کھانے سے انکار کر دیا۔ گھر والوں نے عرض کیا کہ حضور! آپ کی آہ و زاری کا سبب کیا ہے؟ فرمایا کہ چھتیس ۳۶ سال بعد نماز قضا ہوئی ہے اور کیوں ہوئی ہے؟" سارا دن مغموم و پریشان رہے۔ گھر والوں، دوستوں اور عزیزوں کو ہمیشہ پابندیٔ نماز کی تلقین کیا کرتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ "جان جاوے تے جاوے، نماز نہ جاوے۔"

مرکزی جامع مسجد سانگلہ ہل کی تعمیر و تکمیل آپ کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ اور مسجد کا سنگِ بنیاد آپ نے سراج الملّت حضرت پیر سیّد محمد حسین علی پوریؒ (ف ۱۹۶۱ء) سے رکھوایا تھا۔ آپ انجمن خدام الصوفیہ کے مقامی صدر تھے اور اسی انجمن کے

زیرِ انصرام یہ مسجد پایہ تکمیل کو پہنچی۔

عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تو آپ کی رگ رگ میں سمایا ہوا تھا۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نامِ نامی اسمِ گرامی سنتے ہی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑیاں لگ جاتی تھیں۔ دہر میں اسمِ محمدؐ سے اجالا کرنا اُن کا وظیفۂ حیات تھا۔ وہ اقبالؒ (ف ۱۹۳۸ء) کے صحیح معنوں میں مردِ مومن تھے۔ اپنے پیر و مرشد کے شیدائی اور فدائی تھے۔ ناموسِ رسالت پر مر مٹنا ان کا مقصدِ وحید اور مطمحِ نظر تھا۔ ۱۹۵۳ء کی تحریکِ ختمِ نبوت میں تحفظِ ناموسِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر دیوانہ وار میدانِ عمل میں اُترے اور جیل بھی گئے۔ فرمایا کرتے تھے کہ جیل تو معمولی بات ہے اگر ناموسِ رسالت کی خاطر جان بھی دینی پڑے تو کوئی عذر نہ ہوگا۔ کیونکہ ؎

جان دی، دی ہوئی اُسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

آپ دنیاوی حرص و لالچ سے بالکل مبرّا تھے۔ "نیکی قوت ہے" کی عالمگیر سچائی پر عمل پیرا تھے اور دوسرے لوگوں کو بھی اسی شاہراہِ مستقیم پر دیکھنا چاہتے تھے۔ دیانت، امانت، اور حق گوئی و بے باکی میں بے مثال تھے۔ پاکستان بننے پر جب سانگلہ ہل سے ہندوؤں کا انخلاء ہوا تو آپ ہندوؤں کی تلاشی لینے والی تنظیم کے ناظمِ اعلیٰ تھے۔ اُس وقت تقریباً چار من سونا اکٹھا ہوا جو ڈپٹی مجسٹریٹ ہضم کرنا چاہتا تھا۔ آپ نے مزاحمت کی تو وہ خلاف ہو گیا اور دوسرے دنیادار اور زر پرست لوگوں کی نااہلی اور بزدلی کی وجہ سے آپ کے خلاف طرح طرح کی کارروائیاں شروع کر دیں۔ جس کے سبب آپ کو روپوش ہونا پڑا اور وہ مجسٹریٹ تمام سونا ہڑپ کر گیا۔

حضرت سراج الملت پیر سید محمد حسین شاہ علی پوری قدس سرہٗ نے ۱۲ مئی ۱۹۶۱ء کو سالانہ عرس شریف علی پور سیداں کے موقعہ پر آپ کو اجازت و خلافت سے

نواز کر خلقِ خدا کو "اللہ اللہ" کرنے کی تلقین کرنے کی تاکید وہدایت کی۔ جب عرس شریف کی آخری شب آپ کی خلافت کا اعلان ہوا تو اُس وقت آپ سو رہے تھے۔ آپ کے برادرِ طریقت غلام نبی ٹھیکیدار نے ازراہِ مذاق کہا تھا۔

"ڈاکٹر صاحب! جاگدیاں دے کھٹے تے ستیاں دیاں کٹیاں"۔

اجازت وخلافت سے مشرف ہونے کے بعد آپ کا زیادہ تر وقت یادِ الٰہی میں گزرتا۔ خلقِ خدا کو ذکر وفکر کی تلقین فرماتے۔ چنانچہ ایک دفعہ جوہرِ ملت حضرت پیر سید اختر حسین شاہ علی پوری (ف ۱۹۸۰ء) نبیرۂ امیرِ ملتؒ سانگلہ ہل میں منشی غلام نبی ٹھیکیدار کے بھٹہ پر تشریف لائے ہوئے تھے۔ ڈاکٹر صاحب اُس وقت حسبِ معمول مسجد میں جا کر درود تاج اور دوسرے درود شریف پڑھ رہے تھے۔ حضرت جوہرِ ملت قدس سرہٗ نے یہ عالم دیکھ کر منشی غلام نبی ٹھیکیدار سے ارشاد فرمایا:

"اُو منشی! اوہ ویکھ حضرت صاحب (حضرت امیرِ ملتؒ) نے جٹ سیدھا کیتا ہویا"۔

وصال شریف سے چند ہفتے پہلے حضرت ڈاکٹر صاحب ہمیشہ پوچھا کرتے کہ جمعہ کب ہے؟ جب جمعہ گزر جاتا تو فرماتے، جمعہ گزر گیا ہے۔ آپ کے چھوٹے صاحبزادے رضاء المصطفےٰ چٹھہ (جن کے پاس ڈاکٹر صاحب رہتے تھے) بھانپ گئے کہ آپ بار بار جمعہ کے متعلق کیوں پوچھتے ہیں۔ جس دن آپ کا وصال ہوا، اس روز بھی جمعہ تھا۔ چنانچہ آپ ۱۳ رمضان المبارک ۱۴۰۶ھ بمطابق ۲۳ مئی ۱۹۸۶ء کو نمازِ عصر کے فوراً بعد خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کی وفات کے وقت اگرچہ سخت گرمی کا موسم تھا لیکن یہ اللہ کا خصوصی کرم تھا کہ ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ آپ کا رُخِ انور قبلہ کی طرف تھا اور چمک رہا تھا۔ جب جنازہ اٹھا تو عوام کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر کلمۂ شہادت کا ذکر کرتے ہوئے قبرستان

کی طرف بڑھ رہا تھا۔ لوگ کہہ رہے تھے کہ ڈاکٹر صاحب واقعی "ولی اللہ" ہیں۔ سانگلہ ہل کے بڑے قبرستان میں عیدگاہ کے نزدیک آپ کا شاندار مزار عقیدتمندوں کا مرجع ہے۔

٭

ماخذ

- ماہنامہ "انوار الصوفیہ" قصور بابت جون ۱۹۶۱ء ص ۵۔
- روزنامہ "جنگ" لاہور ۲۸، مئی ۱۹۸۶ء۔
- مکتوب گرامی ڈاکٹر محمد اختر حسین چٹھہ پسر حقیقی ڈاکٹر غلام حیدر چٹھہ، از چنیوٹ محررہ ۲۲، ستمبر ۱۹۸۸ء۔

حضرت مولانا حافظ محمد ذکریا ابن مولانا محمد نور عالم کی ولادت ۱۹۱۴ء میں امرتسر میں ہوئی۔ آپ کے والد گرامی امرتسر میں مدرس تھے۔ آبائی طور پر آپ کا تعلق گجرات کے ایک گاؤں کے گوجر خاندان سے ہے جس نے کاشت کاری کے ساتھ ساتھ تبلیغ دین کا سلسلہ بھی ہمیشہ پیش پیش رکھا۔

حافظ محمد ذکریا نے مسلم ہائی سکول امرتسر سے میٹرک، خالصہ کالج امرتسر سے ایف۔اے اور بی۔اے کے امتحانات امتیازی حیثیت سے پاس کئے۔ اس کے بعد ریلوے میں ملازمت میں اختیار کر لی اور مختلف عہدوں پر فائز رہنے کے بعد بطور آفس سپرنٹنڈنٹ، لاہور سے ریٹائر ہوئے۔ دورانِ ملازمت پنجاب یونیورسٹی سے ایم۔اے (اسلامیات) کا امتحان بھی پاس کر لیا تھا۔

دورانِ ملازمت اور ریٹائرمنٹ کے بعد لاہور شہر میں ۳۶ سال تبلیغ دین اور تدریس قرآن میں گزارے۔ مسجد محراب گڑھی شاہو لاہور اور مسجد نور الاسلام مصطفےٰ آباد (دھرمپورہ) لاہور میں امامت و خطابت کے فرائض سر انجام دیکر بیشمار لوگوں کو فیض یاب کیا۔ چونکہ آپ نے ایک مذہبی گھرانے میں آنکھ کھولی تھی لہذا بچپن ہی سے اسلامی رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ اور یہی رنگ تمام عمر چڑھا رہا۔

آپ نے حضرت امیرِ ملت پیر سید محمد جماعت علی شاہ محدث علی پوری قدس سرہٗ

کے خلیفہ اجل ڈاکٹر محمد اللہ دتہ کنجاہی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور خلافت بھی پائی تھی۔ اپریل ۱۹۵۹ء میں حضرت ڈاکٹر محمد اللہ دتہ کنجاہی رح کے پہلے سالانہ عرس مبارک پر سراج الملت پیر سید محمد حسین شاہ صاحب علی پوری قدس سرہ نے بھی دستار بندی کر کے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ جماعتیہ کی اشاعت کے لیے خلافت کے منصب پر سرفراز فرمایا۔ آپ نے سلسلہ عالیہ کی توسیع و اشاعت میں نہایت تندہی اور سرگرمی سے حصہ لیا۔ ایک زمانہ آپ سے فیض یاب ہوا۔

حافظ صاحب رح نے ہمیشہ دنیوی منفعت اور نمود و نمائش سے اجتناب کیا۔ عاجزی اور انکساری آپ کی شخصیت کا خاص پہلو تھا۔ قرب الٰہی اور درجات کی بلندی کے باوجود آپ نے زیادہ تر اپنے آپ کو مخفی رکھا تمام زیست اپنے پیر و مرشد کی غلامی میں گزار دی۔ اپنے دولت کدے پر ہفتہ وار ختم خواجگان بڑے اہتمام سے پڑھایا کرتے تھے۔ بیشمار لوگوں نے آپ سے رُوحانی اکتساب کیا مگر آپ کی سادگی، انکساری اور عاجزی نے آپ کو کم ہی ظاہر ہونے دیا۔

۲۱ رجب المرجب ۱۴۰۷ھ / ۲۲ مارچ ۱۹۸۷ء بروز اتوار آپ نے رحلت فرمائی۔ اور حضرت میاںمیر رحمۃ اللہ علیہ کے قبرستان میں دفن ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

آپ کی رحلت کا منظر دیدنی تھا۔ مسجد میں نماز پڑھانے کے دوران مصلّے پر گر پڑے اور دو گھنٹے بعد کلمہ طیبہ اور اللہ اللہ کا ذکر کرتے ہوئے واصل بحق ہو گئے ؎

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

ماخذ

- "سیرت طالب" از کیپٹن خواجہ محمد امین کنجاہی، مطبوعہ کنجاہ ضلع گجرات ۱۹۹۱ء ص ۳۷۵، ۳۷۶۔
- مکتوب گرامی شیخ نعمت علی صاحب از لاہور محررہ ۲۹ جولائی ۱۹۹۱ء بنام محمد صادق قصوری۔
- مکتوب گرامی مولانا محمد ذاکر الحسن حیدری خطیب جامع مسجد نورانی میاں میر کالونی لاہور کینٹ بنام محمد صادق قصوری محررہ ۱۸ مارچ ۱۹۹۲ء۔

حکیم مبارک احمد بن الحاج حکیم شیخ رسول بخش نقشبندی جماعتی (ف ۱۹۳۰ء) بن حاجی کرم بخش بن حاجی امام بخش جنوری ۱۹۱۰ء چوک لوہاری منڈی لاہور میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۲۸ء میں میٹرک کا امتحان امتیازی حیثیت سے پاس کرنے کے بعد ۱۹۲۹ء میں طبیہ کالج لاہور میں داخلہ لے کر "حکیم حاذق" کا کورس پاس کیا۔ پھر طبیہ کالج قرول باغ دہلی سے "عمدۃ الحکماء" کی سند حاصل کی۔ دو سال بمبئی یونیورسٹی میں ملازمت کرنے کے بعد سرجیکل وارڈ میو ہسپتال لاہور میں آ گئے اور اپنی طبی مہارت کا لوہا منوایا۔ میو ہسپتال لاہور میں انہیں ڈاکٹر محمد یوسف جو حضرت میاں شیر محمد شرقپوریؒ کے مرید تھے کے ماتحت کام کرنے کا موقعہ ملا۔

حکیم مبارک احمد آٹھ سال کی عمر میں پہلی دفعہ اپنے والد ماجد کے ساتھ حضرت امیر ملت پیر سید محمد جماعت علی شاہ محدث علی پوری قدس سرہٗ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے اور یہ حاضری مستقل طور پہ حرز جان بن گئی۔ ۱۹۲۴ء میں حضرت امیر ملت قدس سرہٗ کے دست حق پرست پر بیعت کی سعادت حاصل کی۔ اور پھر تا زیست غلامی کا حق ادا کرتے رہے۔

۱۹۳۲ء میں پہلی دفعہ حضرت امیر ملت قدس سرہٗ کے ساتھ تبلیغی سفر پہ گئے اور پھر بارہا حضرت قدس سرہٗ کے قدموں کے ساتھ رہے اور کشمیر، بمبئی، حیدر آباد دکن، انبالہ اور فیروزپور وغیرہ شہروں میں حضرت اقدس قدس سرہٗ کی خدمت بابرکت

میں رہ کر روحانی استفادہ کیا۔
حضرت امیر ملت قدس سرہٗ ان پر خصوصی شفقت فرماتے تھے۔ ایک دفعہ مدینہ شریف سے ان کے لیے پگڑی مبارک اور ان کی بیوی کے کپڑے لا کر عنایت فرمائے۔ لاہور میں اکثر و بیشتر حضرت امیر ملت رح کا قیام، حکیم صاحب کی رہائش گاہ کوچہ فقیر خانہ اندرون بھاٹی گیٹ میں ہی ہوتا تھا۔ سالانہ عرس شریف کے موقعہ پر حکیم صاحب بڑی عقیدت و محبت کے ساتھ قافلہ لے کر علی پور شریف حاضر ہوتے تھے اور ایک ادنیٰ خادم کی حیثیت سے انتظامی امور میں شریک رہتے۔

حضرت امیر ملت رح کی رحلت کے بعد حکیم صاحب غم سے چور ہو گئے اور صحت گرنے لگی۔ پھر ۱۹۶۱ء میں حضرت سراج الملت پیر سید محمد حسین شاہ صاحب رح (خلف اکبر و سجادہ نشین اوّل) کی رحلت ہوئی تو نڈھال ہو گئے۔ ۱۹۷۸ء میں حضرت شمس الملت پیر سید نور حسین شاہ سجادہ نشین دوم اور ۱۹۸۰ء میں سجادہ نشین سوم جوہر ملت حضرت پیر سید اختر حسین شاہؒ کی رحلت نے تو انہیں نیم مردہ کر دیا۔ رو رو کر بینائی کمزور ہو گئی اور چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے۔

حکیم صاحب کو ۱۹۴۰ء میں حضرت سراج الملت پیر سید محمد حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اجازت و خلافت سے نوازا تھا۔ ۱۶ر شوال ۱۴۱۰ھ / ۱۲ر مئی ۱۹۹۰ء بروز ہفتہ حکیم صاحب نے رحلت فرمائی اور ۱۳ر مئی ۱۹۹۰ء کو جنازہ علی پور شریف لیجایا گیا اور وہیں دفن ہوئے

٭

ماخذ

- سیرت امیر ملت مصنفہ سید اختر حسین علی پوری مطبوعہ ۱۹۷۵ء
- انٹرویو حکیم مبارک احمد در علی پور سیداں مؤرخہ ۲۳ر دسمبر ۱۹۸۸ء

کیپٹن خواجہ محمد امین کنجاہی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت کیپٹن خواجہ محمد امین عاصی کی ولادت مبارک ۲ مئی ۱۹۱۹ء بمطابق ۱۳ شعبان المعظم ۱۳۳۷ھ کو ضلع گجرات کے مشہور و معروف قصبہ کنجاہ میں ہوئی۔ وہی کنجاہ جس نے ملا غنیمت کنجاہیؒ جیسا عظیم فارسی شاعر پیدا کر کے اس خطہ کو شہرتِ عام اور بقائے دوام کا حامل بنادیا۔

خواجہ صاحب کے والد ماجد کا اسم گرامی سیٹھ سیف الملوکؒ تھا جن کا تعلق کشمیریوں کی مشہور گوت بٹ سے تھا۔ آپ نے ۱۹۳۶ء میں میٹرک اسلامیہ ہائی سکول کنجاہ سے کیا اور ساتھ ساتھ دینی تعلیم بھی جاری رکھی۔ ۷ مئی ۱۹۳۶ء کو اپنے ماموں و شیخ طریقت حضرت ڈاکٹر محمد اللہ دتہ کنجاہیؒ (ف ۱۹۵۸) کے ارشاد پر فوج میں بھرتی ہو گئے۔ فوج کے شعبہ EME میں بھرتی ہو کر ترقی کرتے کرتے کپتان کے عہدے پر پہنچے۔ آپ کی جوانی جذبہ جہاد سے سرشار تھی، آپ نے بھارت کے خلاف جنگِ آزادیٔ کشمیر ۱۹۴۸ء اور جنگِ تحفظِ پاکستان ۱۹۶۵ء میں بھرپور حصہ لیا اور بہادری کے جوہر دکھائے۔

دوسری جنگ عظیم کے دوران آپ مصر میں تعینات تھے۔ مصر سے آپ کا تبادلہ لیبیا ہو گیا۔ وہاں جنگ کے دوران آپ دشمن کی قید میں پہلے اٹلی پھر آسٹریا، جرمنی اور آخر میں فرانس پہنچا دیئے گئے۔ وہاں سے آپ نے ESCAPE کیا اور سوئٹزر لینڈ تشریف لے گئے اس جگہ آپ کا قیام آٹھ ماہ رہا۔ جب آپ کو مختلف

ممالک میں جانے کا اتفاق ہوا تو آپ کے تجربات و مشاہدات میں پختگی آتی گئی اور جہاد کا جذبہ دن رات بڑھتا گیا۔ ان دنوں مصر شہر کو اچھی طرح دیکھنے کا موقعہ ملا۔ آپ نے حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت موسٰی علیہ السلام کے اس شہر میں تاریخی کھنڈرات بھی دیکھے۔ آپ نے دریائے نیل کے کنارے بیٹھ کر وضو کیا اور حضرت عمرؓ کے خط بنام دریائے نیل کا مضمون ذہن میں لاکر بیخود ہوئے۔

آپ کی شادی ۱۹۴۶ء میں آپ کے ماموں حضرت ڈاکٹر محمد اللہ دتہ کنجاہی رحؒ کی منجھلی صاحبزادی سے ہوئی۔ ۱۹۵۷ء میں آپ نے حضرت ڈاکٹر صاحب رحؒ ہی کے دست اقدس پر بیعت کی سعادت حاصل کی۔ ۱۱ رمئی شعبان المعظم ۱۳۷۸ھ بمطابق ۲۰ مارچ ۱۳۵۸ء بروز پیر حضرت ڈاکٹر صاحب رحؒ اللہ کو پیارے ہوئے تو ۲۴ اپریل ۱۹۵۸ء کو ان کے چہلم شریف کے موقعہ پر سراج الملت حضرت پیر سید محمد حسین شاہ صاحب علی پوری قدس سرہٗ نے کمال مہربانی فرماتے ہوئے کیپٹن خواجہ محمد امین رحؒ کے سر پر دستار خلافت پہنائی اور اعلان فرمایا کہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ جماعتیہ کی تبلیغ و ترویج کے لئے خواجہ صاحب رحؒ کو اجازت و خلافت عطا کی گئی ہے۔

خواجہ صاحب رحؒ میں حسن سیرت، خلق، خدمت خلق، زہد و قناعت اور مہمان نوازی کا عنصر بدرجۂ اتم موجود تھا۔ ۱۹۶۶ء میں ملازمت سے ریٹائرمنٹ کے بعد اپنی تمام تر توجہ تبلیغ دین پر مرکوز فرمائی اور طویل و عریض دورے کر کے تشنگان معرفت کی آبیاری کی۔ اپنے شیخ ڈاکٹر محمد اللہ دتہ رحؒ کا شاندار مزار بنوایا اور اس کے ساتھ ہی ایک نہایت خوبصورت اور عالیشان مسجد النور بنوائی۔ مدرسہ انجمن خدام الصوفیہ قائم کر کے بچوں کی دینی تعلیم کا مسئلہ حل فرمایا۔ غریب لوگوں کے علاج کے لیے شفاء الناس کلینک کی بنیاد رکھی۔ مہمانوں کی خدمت کے لیے غسل خانے اور وضو گاہیں بنوائیں۔ ڈاکٹر محمد اللہ دتہ کی تصانیف کو شاندار طریقے سے طبع کروایا۔

۱۶ مئی ۱۹۹۰ء بروز بدھ آپ نے رحلت فرمائی۔ اگلے روز نو بجے صبح حضور فخر ملت حضرت پیر سید محمد افضل حسین شاہ صاحب سجادہ نشین علی پور سیداں نے نماز جنازہ پڑھائی اور پھر آپ کی وصیت کے مطابق حضرت ڈاکٹر محمد اللہ دتہؒ کے پہلو میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

سید عارف محمود مہجور رضوی آف گجرات نے یہ قطعہ تاریخ وفات کہا ہے

نقشبندی سلسلہ کے پیش رو ۔۔۔ پیر روشن فکر شیخ شرع و دیں
چھوڑ کر دنیائے فانی وہ گئے ۔۔۔ جانب جنت شہ والا امیں
ہیں سراپائے الم اُن کے محب ۔۔۔ رنج و غم کی تاب لا سکتے نہیں
حشر میں رکھے انہیں رب کریم ۔۔۔ شافع محشر کے ہر لحظہ قریں

سال وصل اُن کا اے مہجور کہہ
"فخر درویشی تھے حضرت بالیقیں"

۱۴۱۰ھ

ماخذ

- "سیرت طالب" مطبوعہ کنجاہ ضلع گجرات ۱۹۹۱ء۔
- مکتوب گرامی خواجہ محمد امینؒ بنام محمد صادق قصوری محررہ از کنجاہ مورخہ ۴؍ جولائی ۱۹۸۸ء۔

مولانا محمد عالم میرپوری رحمۃ اللہ علیہ

مولانا محمد عالم کی ولادت باسعادت ۱۸۹۶ء میں ضلع میرپور (آزاد کشمیر) کے ایک دُور افتادہ گاؤں موضع ٹھیکریاں میں ہوئی۔ والد گرامی کا اسم مبارک مولوی علم الدین تھا جو جامع مسجد کے امام تھے۔ ابھی آپ چالیس یوم کے تھے کہ سایۂ پدری سے محروم ہو گئے۔ چار پانچ سال بعد آپ کی والدہ نے حضرت مولانا محمد عبداللہ نقشبندی لدڑ شریف میرپور سے عقد ثانی کر لیا۔ چنانچہ آپ نے حضرت مولانا لدڑی رحمۃ اللہ علیہ کی آغوشِ محبت میں پرورش پائی۔ ابتدائی دینی تعلیم کے لیے مدرسہ نقشبندیہ علی پور سیداں شریف میں داخل ہو کر اکتسابِ علم کیا۔ پھر دارالعلوم نعمانیہ لاہور، ہری پور ہزارہ، مکھڈ شریف ضلع اٹک وغیرہ جیسے علمی مراکز میں علمی استفادہ کرتے رہے۔ پھر یہ تشنگیٔ علم کشاں کشاں برصغیر کی مشہور و معروف بزرگ شخصیت صدر الافاضل حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادیؒ کی خدمت میں لے گئی اور جامعہ نعیمیہ مرادآباد (انڈیا) سے علم حدیث پڑھنے کے بعد سندِ فضیلت حاصل کی۔

دارالعلوم نعمانیہ لاہور میں حصول علم کے دوران مسجد ٹوپیاں اندرون لوہاری دروازہ لاہور میں بعمر شریف بیس سال حضرت امیرِ ملت پیر سید حافظ محمد جماعت علی شاہ محدث علی پوری قدس سرہٗ کے دستِ مبارک پر شرفِ بیعت حاصل کیا۔ جب شعبان ۱۳۴۵ھ / فروری ۱۹۲۷ء میں دارالعلوم جامعہ نعیمیہ مرادآباد میں حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ سے تکمیلِ علوم کے بعد دستار بندی ہوئی تو حضرت امیرِ ملت قدس سرہٗ

اُس اجلاس کی صدارت فرمارہے تھے، یہیں حضرت قدس سرہٗ نے آپ کو خرقۂ خلافت عطا فرمایا۔ بعد ازاں حضرت امیرِ ملّت قدس سرہٗ کی رحلت کے بعد ۱۹۵۱ء میں بر موقعہ چہلم شریف حضرت سراج الملّت پیر سیّد محمد حسین علی پوری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی خلافتِ عظمٰی سے نوازا۔

حصولِ خلافت و دستار بندی کے بعد میرپور میں مقیم ہو گئے اور اپنے آپ کو مذہبی خدمات کے لیے وقف کر دیا۔ عوام کی رُوحانی تربیت کے لیے گاہے بگاہے جلسے کرواتے رہے جن میں حضرت امیرِ ملّت قدس سرہٗ کے علاوہ حضرت سراج الملّت سیّد محمد حسین علی پوری علیہ الرحمۃ، مولانا امام الدین رائے پوری (خلیفۂ امیرِ ملّت رح) علیہ الرحمۃ اور دیگر علمائے کرام بھی شرکت فرماتے رہے۔

آپ کو حضرت امیرِ ملّت قدس سرہٗ سے از حد عشق و محبت تھی۔ آپ نے عرصہ تک حضرت اقدس کی خدمت بابرکت میں رہنے کا شرف حاصل کیا۔ اور سفر و حضر میں بڑی مستعدی سے خدمات انجام دیں۔ حضرت بھی آپ پر بڑا لطف و کرم فرماتے تھے۔ آپ کئی بار حج و زیارت کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے اور دو تین مرتبہ حضرت امیرِ ملّت کی معیتِ خاص میں اس مبارک سفر کی نعمت سے سرفراز ہوئے۔

۱۹۳۶ء تا ۱۹۴۲ء بمبئی کے قریب بھوساول کی جامع مسجد میں امامت و خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے اور پھر ۱۹۴۲ء میں حضرت امیرِ ملّت قدس سرہٗ کے حکم پر چک ۵ جنوبی بھلوال ضلع سرگودھا میں تشریف لے آئے اور علم و عرفان کی نہریں بہاتے لگے۔ اسی سال قائدِ ملّت چوہدری غلام عباس رح (ف ۱۹۶۷ء) نے میرپور میں ایک جلسہ کروایا جس کی صدارت کا قرعہ آپ کے نام پڑا۔ جلسہ بہت کامیاب رہا۔ حکومتِ وقت نے اس صورتِ حال سے گھبرا کر آپ کی زبان بندی کر دی لیکن آپ نے ڈوگرا راج کے خلاف مقدور بھر جدوجہد کی۔

جب تحریک پاکستان فیصلہ کُن مراحل میں داخل ہو گئی تو حضرت امیر ملت قدس
سرہٗ، تن من دھن کی بازی لگا کر میدان میں کود پڑے اور مسلم لیگ کی ڈٹ کر حمایت
کی۔ کانگریس، انگریز اور یونینسٹوں کی مکروہ کوششوں کے دامِ فریب کو تار تار کیا۔
حضرت قدس سرہٗ کے ساتھ اُن کے صاحبزادگان اور جملہ مریدین بھی کمربستہ ہو کر
اس جہاد میں ڈٹ گئے۔ ان حالات میں آپ (مولانا محمد عالم) کا اس جدوجہد سے
الگ رہنا ممکن نہ تھا۔ چنانچہ آپ بھی مسلم لیگ کا علَم ہاتھ میں لے کر ضلع سرگودھا میں
سرگرداں رہے اور پر زور تقاریر کے ذریعے مسلمانوں کو مسلم لیگ کے جھنڈے تلے
جمع کر کے مرشدِ گرامی کے ارشاد کی تعمیل کی۔

۱۹۶۱ء میں آپ حضرت سراج الملّت پیر سید حافظ محمد حسین علی پوری رحمۃ اللہ علیہ
کے حکم پر چک ۵ بھلوال سے کھاریاں چھاؤنی (گجرات) تشریف لے آئے اور
گیمن کمپنی میں خطابت کا جادو جگاتے رہے۔ یہاں آپ نے عوام سے چندہ جمع کر
کے چھاؤنی میں پہلی دفعہ مسجد بنوائی جو اب گیمن جامع مسجد کے نام سے مشہور ہے۔
گیمن کمپنی کے چلے جانے کے بعد یہ مسجد سی ایم ایچ کے زیرِ انتظام آ گئی اور ۱۹۷۴ء
میں آپ ملازمت سے باعزت سبکدوش ہو کر پنشن یاب ہوئے۔ اس کے بعد سجادہ
نشین دوم شمس الملّت حضرت پیر سید نور حسین شاہ علی پوری رحمۃ اللہ علیہ (ف ۱۹۷۸ء)
کی خدمت میں علی پور شریف حاضر ہوئے تو حضرت اقدس رحؒ نے فرمایا:-

"آپ کھاریاں ہی رہیں اللہ تعالیٰ غیب سے سامان مہیا کرے گا"

چنانچہ آپ تازیست کھاریاں چھاؤنی میں ہی سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی تبلیغ و ترویج
میں ہمہ تن کوشاں رہے۔

آپ کے پاس بے شمار نادر تبرکات تھے۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے
روضۂ انور کے اندرونی حصّہ کی روئی نما خاکِ مبارک آپ کے پاس ۱۹۳۵ء سے

محفوظ تھی جو ہر وقت معطر رہتی تھی۔ اس کے علاوہ حضرت امیر ملت قدس سرہٗ کے دندانِ مبارک، رومال مبارک، خاک تیمم، نعلین مبارک، لباس مبارک (جو وصال کے وقت پہنا ہوا تھا) محفوظ تھے۔ حضرت سراج الملت رحمۃ اللہ علیہ کے ناخن مبارک، موئے مبارک اور مصلیٰ مبارک بھی محفوظ تھا۔ یہ سب نادر اشیاء اب اُن کے صاحبزادے پروفیسر ڈاکٹر شریف احمد جماعتی انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد کے پاس محفوظ ہیں۔

آپ کی رحلت ۱۵ جون ۱۹۹۰ء / ۲۱ ذیقعد ۱۴۱۰ھ بروز جمعۃ المبارک گیارہ بجے دن ہوئی اور نزد جامع مسجد نور، میرپور (آزاد کشمیر) میں آخری آرام گاہ بنی۔ آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ نماز جنازہ حضور فخر ملت پیر سید محمد افضل حسین شاہ صاحب سجادہ نشین آستانہ عالیہ علی پور شریف پڑھائیں مگر رابطہ نہ ہونے کی وجہ سے وصیت پر عمل درآمد نہ ہو سکا۔ چنانچہ علاقہ کی ہی ایک بزرگ ہستی حضرت قاضی محمد صادق مدظلہ، کے صاحبزادہ والا تبار نے نماز جنازہ کی امامت فرمائی۔

ختم شریف چہلم کے موقعہ پر حضور فخر ملت مدظلہ تشریف لے گئے اور صاحبزادہ ڈاکٹر شریف احمد کی دستار بندی فرمائی۔

راقم (مؤلف) کی درخواست پر ملک کے مایۂ ناز نعت گو شاعر حضرت صابر براری آف کراچی نے مندرجہ ذیل قطعہ تاریخ وفات لکھا ہے

"حمیدِ جہاں مولانا محمد عالم میرپوری نقشبندی جماعتی"

۱۹۹۰ء

حضرتِ شاہ جماعت کے خلیفہ چل دیئے ‏ ‏ تھے خطیبِ اہلسنت واعظِ شیریں کلام

جون کی پندرہ تھی اور ذیقعد کی اکیسویں ‏ ‏ روزِ جمعہ زندگی کا ہو گیا ہے اختتام

تھے نہایت نیک سیرت نیک باطن، نیک دل
تھا نگاہوں میں ہر اک کی اُنکا بیحد احترام

ہو عطا یارب اُنہیں جنت میں اعلیٰ مرتبہ
دامنِ رحمت میں لے لیں سیّدِ خیر الانام

لکھ دو اے صابر براری مصرعِ تاریخ تم
"خُلد میں ہیں حق بیاں مولانا عالم نیک نام"

۱۴۱۰ھ

ماخذ

- "حضرت امیرِ ملت اور اُن کے خلفاء" از محمد صادق قصوری مطبوعہ سیالکوٹ ۱۹۸۳ء
ص ۲۲۰ تا ۲۲۲ ۔
- مکتوب گرامی صاحبزادہ ڈاکٹر شریف احمد جاعتی از انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد
بنام مؤلف محررہ ۲۸ رجنوری ۱۹۹۱ء۔
- مکتوب گرامی حضرت صابر براری از کراچی بنام مؤلف محررہ ۱۸ رفروری ۱۹۹۱ء ۔

بابو محمد سلطان وزیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ

بابو ملک محمد سلطان وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ کے رہنے والے تھے۔ حصول تعلیم کے بعد ریلوے میں ملازم ہو گئے۔ لالہ موسیٰ ضلع گجرات، راولپنڈی و دیگر مقامات پر متعین رہے۔ اور کیرج انسپکٹر کی اسامی سے ریٹائر ہوئے۔

آپ کی بیعت حضرت امیر ملت قدس سرہٗ کے خلیفہ ارشد ڈاکٹر محمد اللہ دتہ کنجاہی سے تھی۔ اپنے پیر کے عاشق صادق اور والا و شیدا تھے۔ پیر و مرشد کے در کی بکثرت حاضری آپ کا معمول تھا۔ جب بھی حاضر ہوتے دل مضطرب اور آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب رواں ہوتا۔

آنکھوں میں آنسو اور لب پہ ہو آہ
موافق یہ آب و ہوا چاہیئے

ملک صاحب روزانہ داڑھی صاف کیا کرتے تھے۔ ایک روز اپنے شیخ کی خدمت میں کنجاہ شریف ضلع گجرات میں حاضر ہوئے تو اس وقت حضرت قبلہ ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی داڑھی مبارک میں کنگھی کر رہے تھے۔ فرمایا، ملک صاحب! کیا داڑھی اچھی لگتی ہے؟ اس بات کا ملک صاحب پر گہرا اثر ہوا، اُنھوں نے عزم بالجزم کر لیا کہ آئندہ داڑھی رکھ کر شیخ کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔

ملک صاحب اس شعر ؎

بہ درِ پیر بَرَد صبح و شام تا ترا حاصل شود مقصدِ تمام

کے مصداق اکثر و بیشتر اپنے شیخ کی بارگاہ میں بحالِ آشفتہ و چشم گریاں حاضر ہوا کرتے تھے۔ اُن سے کسی نے پوچھا کہ آپ کنجاہ شریف میں بکثرت کیوں آتے ہیں تو انہوں نے کہا، بھائی صاحب! کیا کہوں ؎

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
یدِ بیضا لیے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

ملک صاحب جن دنوں لالہ موسیٰ شیڈ میں ملازم تھے اور وہاں کے اسلامیہ ہائی سکول کی انتظامیہ کمیٹی کے ممبر بھی تھے۔ ایک روز انتظامیہ کمیٹی کی میٹنگ ہو رہی تھی۔ معزز لوگ بیٹھے تھے۔ لالہ موسیٰ پولیس کا سب انسپکٹر مسٹر ٹوانہ بھی میٹنگ میں موجود تھا۔ دورانِ میٹنگ کسی بات پر ملک صاحب سے اُس کی تلخ کلامی ہو گئی۔ اُس نے ملک صاحب کو دھمکی دی کہ "مجھے ماں نے نہیں جنا اگر تمہیں جیل نہ بھجوا دوں"۔ ملک صاحب پریشان ہوئے اور میٹنگ ختم ہونے کے بعد وزیر آباد آ گئے۔ حُسنِ اتفاق کہ وزیر آباد ریلوے پلیٹ فارم پر آپ کے پیر و مرشد حضرت ڈاکٹر صاحب رح چہل قدمی فرما رہے تھے۔ حضرت کو دیکھتے ہی ملک صاحب کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ حضرت نے نہایت شفقت سے سبب پوچھا تو ملک صاحب نے سارا ماجرا کہہ سنایا۔ آپ نے فرمایا گھبرائیے نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ٹوانہ تجھے گرفتار نہیں کر سکے گا۔ چنانچہ اگلی صبح ٹوانہ ٹرانسفر ہو کر سرگودھا چلا گیا۔

ڈاکٹر صاحب رح کی رحلت (۱۹۵۸ء) کے بعد اُن کے سالانہ عرس مبارک کنجاہ شریف کے موقعہ پر سیّدی و مرشدی سراج الملّت حضرت پیر سیّد محمد حسین شاہ سجادہ نشین آستانہ عالیہ علی پور شریف نے ملک صاحب رح کو دستارِ خلافت سے نوازا۔ پھر ملک صاحب رح نے تا زیست سلسلہ عالیہ نقشبندیہ جماعتیہ کی ترویج و ترقی میں مقدور بھر حصّہ لیا۔ یکم مارچ ۱۹۷۳ء کو رحلت فرمائی۔

ماخذ

- "سیرتِ طالب کنجاہی" از کیپٹن خواجہ محمد امین کنجاہی مطبوعہ ضلع گجرات ۱۹۹۱ء، ص ۳۵۰، ۳۷۷، ۳۸۵۔
- مکتوبِ گرامی جناب شیخ سعید احمد بنام محمد صادق قصوری محررہ از لاہور مؤرخہ ۴ر مارچ ۱۹۹۲ء۔

مولانا محمد ادریس سکندر آبادی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا محمد ادریس کی ولادت باسعادت ۱۹۲۳ء میں قصبہ دھنکوٹ ضلع گورداسپور گانواں (مشرقی پنجاب، انڈیا) میں ہوئی۔ والد ماجد کا اسم گرامی غلام رسول تھا جو اپنی راجپوت برادری میں بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔

حصول تعلیم کے بعد مولانا محمد ادریس نے تبلیغ دین کا فریضہ انجام دینا شروع کر دیا۔ ۱۹۴۷ء میں ہجرت کر کے سکندر آباد ضلع ملتان میں آکر سکونت پذیر ہو گئے اور مرکزی جامع مسجد کی امامت و خطابت کی ذمہ داریاں سنبھال لیں جو تا زیست بحسن و خوبی سر انجام دیتے رہے۔ اپنی مسجد میں ایک مدرسہ اسلامیہ "خدام الصوفیہ" بھی جاری کیا جس سے ہزاروں طالب علموں نے استفادہ کیا نیز ساتھ ہی ساتھ ایک پرائمری سکول بھی کھولا ہوا تھا جو حکومت سے منظور شدہ تھا۔

مولانا محمد ادریس نے حضرت سراج الملت پیر سید محمد حسین علی پوری رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک پر سعادت بیعت حاصل کی تھی اور حضرت ہی سے اجازت و خلافت عطا ہوئی تھی۔ آپ حضرت سراج الملت رحمۃ اللہ علیہ کے منظور نظر مرید و خلیفہ تھے۔ کئی بار حج و عمرہ کی سعادت سے بھی بہرہ ور ہوئے۔ علاقہ سکندر آباد میں آپ کی دینی خدمات تاریخ کا ایک حصہ ہیں۔

آپ کی وفات حسرت آیات ۳ رجمادی الثانی ۱۴۱۴ھ / ۱۸ نومبر ۱۹۹۳ء بروز

جمعرات ہوئی اور اپنی مسجد کے پہلو میں آخری آرامگاہ بنی، جو زیارت گاہِ خاص و عام ہے۔

ملک کے نامور اور بزرگ شاعر حضرت صابر براری کراچوی نے مندرجہ ذیل قطعۂ تاریخ وصال کہا ہے

"ممدوحِ عصر مولانا محمد ادریس نقشبندی جماعتی"

۱۹۹۳ء

تھے خلیفہ سراجِ ملت کے — عالم و فاضل و فرشتہ سرشت
سالِ رحلت ہے اُن کا یہ صابر — "اب ہیں ادریس شاہ نازِ بہشت"

۱۴۱۴ھ

حضرت پیر سیّد نذر حسین شاہ ابن حضرت پیر سیّد حافظ خادم حسین شاہ ابنِ سنوسیٔ ہند امیرِ ملّت حضرت پیر سیّد محمد جماعت علی شاہ محدّث علی پوری قدس سرّہٗ کی ولادت مبارکہ اکتوبر/نومبر ۱۹۳۲ء میں عالمِ اسلام کی عظیم روحانی خانقاہ علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ (حال ضلع نارووال) میں ہوئی۔ حضرت امیرِ ملّت قدس سرّہٗ نے آپ کے کان میں اذان کہی، مدرسہ نقشبندیہ علی پور سیداں شریف سے قرآنِ پاک حفظ کیا اور پھر درسِ نظامی کی تکمیل کی۔ آپ کے اساتذہ میں قاری معزالدین، حافظ رحمت علی، حافظ غلام محمد، مولانا محمد عبدالرشید جھنگوی اور جوہرِ ملّت حضرت پیر سید محمد اختر حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ شامل ہیں۔

پیر سیّد نذر حسین شاہ صاحب نے ۱۹۵۱ء میں حضرت امیرِ ملّت قدس سرّہٗ کے دستِ اقدس پر بیعت کی اور اُسی سال ہی اجازت و خلافت سے نوازے گئے۔ ۵۸-۱۹۵۷ء میں سیدی وسندی و مرشدی و مولائی سراج الملّت حضرت پیر سیّد محمد حسین شاہ صاحب علی پُوریؒ (خلفِ اکبر و سجادہ نشینِ اوّل، حضرت امیرِ ملّت قدس سرّہٗ) نے بھی آپ کو دستار و خلعتِ خلافت سے سرفراز فرمایا۔ ۱۹۶۰ء میں حضرت پیر خواجہ محمد شفیع (ف ۱۹۶۶ء) سجادہ نشین چورہ شریف ضلع اٹک نے بھی خلافت و اجازت کی نعمت سے مالامال فرما دیا۔

آپ کا بچپن حضرت امیرِ ملّت قدس سرہٗ کے قدموں میں گزرا۔ اور روحانیت کی دولت سے خوب حصّہ پایا۔ آپ تبلیغ دینِ حقہ کے لیے اندرونِ ملک و بیرونِ ملک دورے فرماتے رہتے ہیں۔ تقریباً ہر سال ایک دو دفعہ حیدر آباد، دکن (انڈیا) بھی تشریف لے جاتے ہیں اور حضرت امیرِ ملّتؒ قدس سرہٗ کی کاشتہ رُوحانی کھیتیوں کی آبیاری کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کا سایہ ہما پایہ تادیر سلامت رکھے۔

پیر سیّد نذر حسین صاحب بہت متواضع، بااخلاق، مہمان نواز اور دلکش شخصیت کے مالک ہیں۔ آپ "نرم دمِ گفتگو اور گرم دمِ گفتگو" کے مظہر ہیں۔ اپنے جدِ امجد حضرت امیرِ ملّت قدس سرہٗ کی باتیں کر کے خود روتے اور عقیدت مندوں کو رُلاتے رہتے ہیں اور فرماتے ہیں ؎

از ما بجز حکایت مہر و وفا مپرس
ما قصۂ دارا و سکندر نخواندہ ایم